SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Thursday, February 15, 1990.

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall, (Parliament House), Islamabad, at ten of the clock in the morning with Mr. Chairman (Mr. Wasim Sajjad) in the Chair.

(Recitation from the Holy Quran)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ
مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۚ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۗ وَمَا عَلَى
الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٥٤﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ
مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۚ يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْـًٔا ۗ وَمَنْ
كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ
اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٥٦﴾ لَا تَحْسَبَنَّ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۗ وَلَبِئْسَ
الْمَصِيْرُ ﴿٥٧﴾

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Thursday, February 15, 1990.

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall, (Parliament House), Islamabad, at ten of the clock in the morning with Mr. Chairman (Mr. Wasim Sajjad) in the Chair.

(Recitation from the Holy Quran)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ
مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۚ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۗ وَمَا عَلَى
الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٥٤﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ
مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۚ يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْـًٔا ۗ وَمَنْ
كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ
اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٥٦﴾ لَا تَحْسَبَنَّ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۗ وَلَبِئْسَ
الْمَصِيْرُ ﴿٥٧﴾

ترجمہ: کہدو کہ خدا کی فرمانبرداری کرو اور رسول (خدا) کے حکم پر چلو۔ اگر منہ موڑو گے تو رسول پر (اس چیز کا) واجب (کرنا) ہے جو ان کے ذمے ہے اور تم پر (اس چیز کا واجب کرنا) جو تمہارے ذمے ہے اور اگر تم ان کے فرمان پر چلو گے تو سیدھا راستہ پالو گے اور رسول کے ذمے تو صاف صاف (احکام خدا کا) پہنچا دینا ہے (۵۴)

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے۔ ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دیگا جیسا کہ اُن سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور اُن کے دین کو جسے اُس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کریگا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا۔ وہ میری عبادت کرینگے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے۔ اور جو اس کے بعد کفر کرے اور ایسے لوگ بدکردار ہیں۔ (۵۵)

اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور پیغمبر (خدا) کے فرمان پر چلتے رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے (۵۶) (اور) ایسا خیال نہ کرنا کہ کافر لوگ (ہمکو) زمین میں مغلوب کر دینگے (یہ جا ہی کہاں سکتے ہیں) اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین: رخصت کی درخواستیں، جناب سید محمد شاہ جیلانی نے اپنی علالت کی بنا پر ایوان سے حالیہ مکمل اجلاس کے لیے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب محمد حمید الدین سیالوی نے خرابی صحت کی بنا پر ایوان سے حالیہ مکمل اجلاس رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب محمد اسماعیل سومرو صاحب اسلام آباد سے باہر تشریف لے گئے ہیں انہوں نے ایوان سے ۱۵ فروری کے لیے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سید عباس شاہ صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر ایوان سے ۱۵ تا ۱۹ فروری غیر حاضر ہوں گے جس کے لیے انہوں نے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب محمد اسحاق بلوچ: پوائنٹ آف آرڈر، سر، آج سوالات ٹیبل نہیں ہوئے کیا بات ہے۔

جناب چیئرمین: دقت یہ ہے کہ یہ اجلاس ذرا جلدی میں بلایا گیا ہے اور سوالات کے لیئے نوٹس دینا پڑتا ہے تو اس لیئے وقت بھی آ رہی ہے اور دوسری دقت یہ ہے کہ جب پریذیڈنٹ ایڈریس زیر بحث ہو تو رولز کے مطابق اس میں بھی سوالات زیر بحث نہیں آتے۔

جناب محمد اسحاق بلوچ: دوسرے اجلاس میں آئیں گے۔

جناب چیئرمین: آئیں گے۔ جب بھی یہ پریذیڈنٹ ایڈریس ختم ہوا اور غالباً ۱۸ فروری کے بعد آ جائیں گے۔

جناب محمد اسحاق بلوچ: آج کے سوالات ڈیفر نہیں ہوں گے۔

جناب چیئرمین: آج کے سوالات تو آ ہی نہیں رہے۔ آج کے ایجنڈے پر تو آئے ہی نہیں اس کی دو وجوہات ہیں ایک تو یہ ہے کہ پریذیڈنٹ ایڈریس ایجنڈے پر ہے اس کے دوران سوالات نہیں کرتے دوسرا میں نے آپ کو بتایا کہ جلدی کی وجہ سے ان کو پورا نوٹس نہیں دے سکے۔ لیکن ہم کوشش کر رہے ہیں کہ جلد سے جلد questions آ جائیں۔ جناب سعید قادر صاحب۔

POINT OF ORDER RE:PLACING POSTERS ON THE FENCE OF THE PARLIAMENT HOUSE AND SANCTITY OF THE HOUSE

لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) سعید قادر: جناب چیئرمین! میں آپ کے نوٹس میں یہ لانا چاہتا ہوں کہ جب پارلیمنٹ بلڈنگ کے اندر ہم آتے ہیں تو آپ نے غالباً نوٹ کیا ہو کہ پارلیمنٹ بلڈنگ کے باہر زبردست advertising compaign کے posters لگے ہوئے ہیں میرا خیال ہے گورنمنٹ کو اس بات کا نوٹس لینا چاہیئے کہ پارلیمنٹ ہاؤس کی کچھ sanctity ہوتی ہے اس کی gril کو نہ استعمال کیا جائے اور اس بارے میں سی ڈی اے کے کچھ رولز ہوں گے۔ حالانکہ عام طور پر یہ چیز کنٹرول کی جاتی ہے لیکن شاید ہمارے منسٹر سائنس اینڈ ٹیکنالوجی advertising کے بہت دلدادہ ہیں ان کے توسط سے advertising کچھ زیادہ بڑھ گئی ہے لہٰذا کوشش کی جائے کہ اس کی sanctity کو maintain کیا جائے اور یہ advertising campaign ذرا دور رکھی جائے۔

Mr. Chairman: I think that is a valid point.

Mr. Javed Jabbar: Quite right. Mr. Chairman, in fact I fully endorse the honourable Senator's concern.

Mr. Chairman: It is your personal explanation but yo are not concerned with that?

Mr. Javed Jabbar: Not but Mr. Chairman, as a residen of Islamabad and as a member of Parliament I was also ver offended by these banners. We will try to remove the possibly tomorrow or today.

PRIVILEGE MOTION; RE:STATEMENT OF THE ATTORNEY-GENER CONCERNING THE RULING OF THE CHAIR

جناب چیئرمین: شکریہ! جناب ڈاکٹر صاحب آپ ذرا تقریر سمیٹ لیں۔ بی راجہ صاحب۔

راجہ شاہد ظفر: میں ان کی بات کا جواب دے : دوں یہ Jogging competition ہو رہا ہے یہ ایک دن کے لیے بینرز لگے ہوئے ہیں and they would be removed after tomorrow.

جناب چیئرمین: لیکن آپ کے وزیر صاحب کہہ رہے ہیں کہ میں remove کروا رہا ہوں who is in the opposition? آپ کہہ رہے ہیں کہ ہم نہیں کروا رہے ہیں ہمیشہ یہی ہوتا رہتا ہے

راجہ شاہد ظفر: میں ابھی آیا ہوں۔

جناب جاوید جبار: ہمیں consult کرنے کا موقع نہیں ملا۔

Mr. Chairman: Who is in the opposition from both of you.

Raja Shahid Zafar: We are one and the same Sir.

جناب اعجاز علی خان جتوئی: جاوید جبار صاحب نے scientifically جواب دیا ہے ذرا سائنس طریقے سے لیں اس طرح نہ کریں۔

جناب چیئرمین: جناب ڈاکٹر صاحب

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: جناب چیئرمین! میں چند منٹ لونگا۔

جناب چیئرمین: ذرا سمیٹ لیں۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: میری تین observations ہیں جو میں آپ کے سامنے لانا چاہتا ہوں۔ پہلی بات یہ ہے کہ جولائی میں قومی اسمبلی کے سپیکر صاحب نے عشر اور زکوٰۃ آرڈیننس کو آرٹیکل 73 کے تحت Money Bill قرار دیا۔

جناب چیئرمین: یہ منی بل کہاں سے آ گیا۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: یہ میں ایک ریفرنس دے رہا ہوں۔

جناب چیئرمین: اس وقت اٹارنی جنرل والا مسئلہ زیر بحث ہے۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: وہی میں عرض کر رہا ہوں۔

That the decision about it was given under Article 73(4) by the Speaker of the National Assembly about Ushar and Zakat Ordinance which was made a part of the Money Bill and its due decision was given by the Speaker but that decision was challenged here in form of privilege motion and that was debated widely and your honour has also given a decision on it and proposed that it is not wthin the jurisdiction of the Chair tc give any decision about its constitutionality and, therefore, you ruled it out of order but you proposed that it should be sent to the court if any mover wants to take it to the court.

جناب چیئرمین: اس میں میں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ بحیثیت چیئرمین کے

I have no jurisdiction to override the decision of the Speaker in that matter because under the Constitution his decision has been made final.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: But it was widely debated and criticised for and against, the arguments were put. It is a must to be brought on the record in connection with that. That was also a decision of the honourable House and the Speaker. Article 69 was also applicable but that was not taken into consideration.

Second observation which I have to make is that if you go through the constitutional provisions, you will find no provision of the Constitution telling that the Chair of the

[Dr. Sher Afgan Khan Niazi]

either House has got any power to interpret the Constitution.

Third. Thirdly when we come to the Rules of Procedure, we find Rule 216 which pertains and tells us the interpretation of the Article but it has to be read and that is point of order; that is of a very specific point, it says:

(1) "A point of order shall relate to the interpretation or enforcement of these rules or such Articles as regulate the business of the Senate. It has got two parts.

(1) Rules of interpretation and enforcement;

(2) or such Articles as regulate the business of the Senate and shall raise a question.

It is connected with that which is within the cognizance of the Chairman. It prohibits to go into other except those which are in the jurisdiction of the Chair being regulation of the affairs of the House and the business going on, therefore, beyond that to interpret the Constitutional Articles or to go into the validity or the constitutionality of anything, for example, if a member becomes disequalified who is a member of the Lower House or the Upper House until and unless he is disqualified from a proper forum that may be the Election Commission or finally decided by a Tribunal and validated by the Supreme Court, he will sit in the House as in my own case for one and a half year I have been a member to the Lower House and after that I was deseated. I have been presenting all motions and everything but nothing was done and nothing was declared invalid and the Speaker could not do that because that was not in his jurisdiction to make me out from the House. It was the Tribunal and then to be validated by the Supreme Court. Therefore, anybody who is functionary to this House, he can sit here and cannot be asked not to come.....

(Interruption)

Mr. Chairman: That decision has been taken. The

question now simply is that once decision has been taken, which you may consider right or wrong, it is irrelevant, the decision has been given by the Chairman of the House, the question is whether any person regardless of the fact whether he is Attorney-General or not, any citizen, can he ridicule the House, can he ridicule the Chairman, can he criticise the Chairman? What are the limits on this? So, this is the only question before you. The rest of the things as you are saying are totally irrelevant to what we are considering.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: One minute I will take, Sir.

Mr. Chairman: Yes, I allow you more than one minute.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: The decision can be criticised, not the Chair itself.

Mr. Chairman: Right.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: That is a fact. اس میں کوئی شک والی بات نہیں۔ There is a very big maxim and a very well known maxim which is said like this "You can call the decision foolish , not the Judges fool". That covers the whole story.

Mr. Chairman: You can call the... یہ دوبارہ لکھوا دیں۔

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: decision foolish, foolish decision.

Mr. Chairman: Well.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: But you cannot call the Judges fool.

Mr. Chairman: But you cannot call the Judges fool. ٹھیک ہے جی۔

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: That is the point and here it is, that is why in 'Nation' the essay has been written on the decision. To criticise a decision does not amount to...

Mr. Chairman: So, according to you, you can say that the honourable Judge, Mr. Justice so and so a respectable Judge has given a foolish decision.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: No. We can say, the decision is foolish.

جناب اعجاز علی خان جتوئی: پوائنٹ آف آرڈر جناب چیئرمین! ڈاکٹر صاحب نے ابھی یہ بات کی ہے کہ foolish decision ہوتی ہے، fool جج نہیں ہوتا ہے کیا یہ پیپلز پارٹی کے منشور میں لکھا ہوا ہے۔۔۔۔

جناب چیئرمین: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب، میں نے آپ کی بات نوٹ کر لی ہے۔

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: Salman K. Cheema writes that one was disappointed because the ruling was based on an incorrect understanding of law but also because it amounted rather unnecessarily to usurpation of the power.

جناب چیئرمین: اس کا جواب بھی غالباً آصف وردگ صاحب نے لکھا تھا بہر حال آپ ایسا کریں۔۔۔

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: My point simply is that a decision can be criticised.

آپ کا جو contempt کا ایکٹ ہے، اس کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: یہاں contempt کا ایکٹ relevant نہیں ہے۔ یہاں contempt کا ایکٹ لاگو نہیں ہوتا ہے، یہاں تو ہاؤس کے rules, decisions ہیں ان پر بات ہو سکتی ہے۔

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: Sir, it is the contempt of the House to criticise the Chair.

Mr. Chairman: That contempt law deals with the contempt of court, not the House of Parliament.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: It is an analogy.

Mr. Chairman: It is not an analogy.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: It is falling on the same footings.

Mr. Chairman: The Parliament creates those laws, those laws which are subordinate to Parliament. The Parliament is the Supreme Court of the country.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: It is not the Supreme Court of the country.

Mr. Chairman: The Supreme legislature.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: That is the mis-conception.

جناب چیئرمین: ہم اس جھگڑے میں نہیں جاتے۔

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: I want to remove it.

جناب چیئرمین: آپ اس طرح کریں، آپ نے جو arguments دیئے ہیں ان کو آپ مجھے لکھ دیں۔ ایک تو آپ نے کہا ہے it can be criticised اور یہ آپ نے لکھوا بھی دیا ہے

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: جناب والا! میں ابھی کورٹ کے بارے میں بتاتا ہوں

جناب چیئرمین: یہ بھی لکھوا دیں

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: The Contempt of Court Act 76 کے حوالے سے

Mr. Chairman: The Contempt of Court Act, is not relevant.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: Sir, I say that the decision can be criticised.

Mr. Chairman: It can be criticised. یہ میں نے لکھ لیا ہے۔

اب آپ یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ عدالت کے decision بھی criticise ہو سکتے ہیں۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: اس میں، میں تھوڑی سی clarification کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی فرمایئے۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: آپ اگر دیکھیں تو یونائیٹڈ کنگڈم کی پارلیمنٹ sovereign ہے۔ اس کی nature ہماری پارلیمنٹ سے مختلف ہے۔

Mr. Chairman: Correct.

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: اس میں

Supreme Court is one of the components of the Upper House

اور یونائیٹڈ سٹیٹ کی، انڈیا کی اور ہماری پارلیمنٹ is the same

That is why

trichotomy، کرتا ہے ہماری پارلیمنٹ سے differ وہ ہے character اس کا جو ہے۔

We have got judiciary to construe the law and executive to execute the law and legislature to make the law. We have got the trichotomy.

اب جو U.K. کی پارلیمنٹ ہے،

It is sovereign. It functions as judiciary; it functions as legislature, law-making. It is mixed one. That is why we sometimes confuse this process and we assume that we are functioning as judiciary. We are not at all. We have got trichotomy. If we go from one corner to another in other's province it is meant that we are really breaching the territories of one institution to another, which have been prescribed. That is why Article 189 in our Constitution is there that all the decisions are to be binding on the other courts or 190 is articulated with that, that the executive in aid of the Supreme Court will function. That is the point.

آپ اگر اس کو دیکھیں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ ہماری پارلیمنٹ.... آپ ذرا آرٹیکل ۱۸۹ اور ۱۹۰ کو co-relate کر کے پڑھیں۔

Mr. Chairman: Again, I would like to point out that Article 189 says that the decision of the Supreme Court is binding on all courts in Pakistan.

Nobody is doubting that. I have not doubted that.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: Second one Article 190, Sir.

Mr. Chairman: Article 190 says:

"All executive and judicial authorities throughout Pakistan shall act in aid of the Supreme Court".

There is no mention of legislature. I am neither an executive authority nor a judicial authority. I am a legislative authority.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: Now, it is clear that these legislative institutions are to make the law. If law is bad, you can amend it.

Mr. Chairman: Neither Article 189 nor Article 190 is relevant to the Senate.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: We are legislature .

Mr. Chairman: I will again read Article 190. It says:

"All executive and judicial authorities throughout Pakistan shall act in aid of the Supreme Court".

Despite that as legislature we want to act in aid of the Supreme Court. If there is a Supreme Court decision on this I would like to act in aid of the Supreme Court. میں تو انکار نہیں کر رہا ہوں۔ So, what are you trying to say?

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: The simple thing is that the legislature is to legislate the law. If the law is bad, something is bad, it can amend. Nothing beyond that. It is not to construe the law. That is the jurisdiction of the Supreme Court.

Mr. Chairman: According to you-

(1) Criticism can be made.

Mr. Sher Afgan Kan Niazi: Can be made on the decision and not on he chair, or committees or the House.

جناب چیئرمین: دوسرا یہ کہ آپ حوالہ دے رہے ہیں کہ Contempt of Court Act کے تحت عدالتوں کے decision بھی criticise ہو سکتے ہیں۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: بالکل۔

Mr. Chairman: So, this is the sum total of your submissions.

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: جی بالکل ہو سکتی ہے یہ اس وقت میرے سامنے ہے۔

جناب چیئرمین: اگر مہربانی کر کے ان کی ایک کاپی مجھے دے دیں جن کے آپ نے حوالے دیئے ہیں تو میں ان کو دیکھ لوں گا۔۔۔۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: بالکل ٹھیک ہے۔

پروفیسر خورشید احمد: جی شکریہ جناب چیئرمین! میں جناب وزیر صاحب کا بے حد ممنون ہوں کہ میرا کام انہوں نے خاصا آسان کر دیا ہے۔ اور جو باتیں انہوں نے کہی ہیں وہ اتنی self-evident ہیں کہ ان کا کوئی تعلق اس بحث سے نہیں ہے جو اس privilege motion پر میں نے اٹھائی۔ وہ زمین اور آسمان کی باتیں کرتے رہے ہیں پرانے judgements کی باتیں کرتے رہے ہیں۔ contempt of law کی باتیں کرتے رہے ہیں لیکن جو سوال میں نے اٹھایا تھا اس کی انہوں نے بات نہیں کی۔ وہ سوال کیا ہے میں بھی مانتا ہوں کہ گفتگو علمی انداز میں صحیح مقام پر ہو سکتی ہے۔ freedom of expression موجود ہے۔ لیکن کسی freedom of expression کے اندر اسکی گنجائش نہیں ہے کہ سپیکر یا چیئرمین کی رولنگ کا مذاق اڑایا جائے۔ اُسے ماننے سے انکار کیا جائے۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ فیصلہ ہے میں اسے مانتا ہوں لیکن اس سے اختلاف کرتا ہوں لیکن آپ اسے یہ کہیں کہ میں اسے نظر انداز کرتا ہوں۔ میں اسے ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں سینیٹ بکواس کرتا ہے چیئرمین بکواس کرتا رہے (I am very sorry to use these very words) لیکن میں اسکا نوٹس نہیں لوں گا۔ اور یہ بات ملک کی زمین پر بھی کہے اور امریکہ جا کر نیویارک میں بھی کہے۔ اس کا کوئی تعلق freedom of expression سے نہیں ہے اس کا کوئی تعلق علمی تنقید سے نہیں ہے کسی نے ان دونوں کا دروازہ بند نہیں کیا۔ لیکن جو بات اٹارنی جنرل صاحب نے کی ہے وہ dero-gatory ہے۔ اس کے ذریعے سے انہوں نے اس ہاؤس کے چیئرمین کو لوگوں کی نگاہوں میں گرانے کی کوشش کی ہے اور تحقیر کی ہے یہ وہ چیز تھی جس پر میں نے اعتراض کیا۔ نہ صرف یہ بلکہ غالب کا شعر آتا ہے۔

ے زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجئے دہن بگڑا۔

یہ تو منہ چڑانے کی کوشش تھی۔ اس کے لئے کوئی justification نہیں ہو سکتی۔

دوسری بات جناب وزیر صاحب نے یہ کہی ہے کہ عدالتوں میں interim relief دیا جاتا ہے اور اس کے بعد اسے vacate کیا جا سکتا ہے اس کو چیلنج کیا جا سکتا ہے میں کہوں گا کہ یہ بالکل irrelevant ہے ہمارے کیس سے۔ یہاں پوزیشن یہ ہے کہ چیئرمین نے ایک مسئلے پر رولنگ دی ہے اس کے بعد اس کے نتیجے کے طور پر وہ مسئلہ گیا ہے کمیٹی کو، اب کمیٹی اسے examine کرے گی۔ اور اس کمیٹی میں اٹارنی جنرل صاحب آئیں اپنا دفاع کریں ان کا حق ہے بالکل، کمیٹی ضرور ان کو بلائے گی مجھے یقین ہے۔ لیکن چیئرمین کی رولنگ جس حتمی معاملات کے بارے میں ہے نہ ان کا وہ مذاق اڑا سکتے ہیں نہ ان کی وہ تحقیر کر سکتے ہیں، نہ ان کو وہ ماننے سے انکار کر سکتے ہیں۔ اور یہی وہ چیزیں ہیں جن پر میں نے گرفت کی۔

تیسری چیز جناب والا! انہوں نے یہ کہی ہے کہ سپیکر کی رولنگ پر اس ہاؤس میں بات ہوتی ہے اس طرح گویا کہ چیئرمین کی رولنگ پر بھی بات ہو سکتی ہے لیکن دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس ایوان میں ہم نے یہ نہیں کہا کہ سپیکر کی رولنگ ہم نہیں مانتے۔ ہم نے یہ نہیں کہا کہ سپیکر نے کوئی جھک ماری یا کوئی غلط بات کہی ہم نے اس کی تحقیر نہیں کی۔ بلکہ ایک موقع پر آپ کو یاد ہوگا کہ بحث کے دوران ہم میں سے کسی ایک شخص نے کچھ سخت الفاظ استعمال کر دیئے تھے تو خود آپ نے متوجہ کیا اور ہم نے وہ الفاظ واپس لئے۔ ہم نے کہا یہ بات بالکل صحیح ہے اور ہم سپیکر کا احترام کرتے ہیں اس کی judgement کا بھی احترام کرتے ہیں دستور نے جو حق دیا اس کو بھی مانتے ہیں لیکن ہماری نگاہ میں وہ تمام حقائق کو سامنے رکھ کر صحیح نتیجے پر نہیں پہنچے۔ اور یہ وہ حق ہے جو ہمیں کہنے کا حق حاصل ہے۔ اور یہی علمی تنقید ہے۔ اگر اٹارنی جنرل یہ بات کہتے تو ہمیں اعتراض نہ ہوتا جناب وزیر صاحب مختلف انداز میں یہ بات کہتے رہے ہیں انہوں نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ ہم نے اعتراض اس بات پہ کیا ہے کہ وہ جو زبان ہے وہ انداز ہے وہ حقارت آمیز انداز ہے جو ہاؤس میں ملک میں اور ملک سے باہر اختیار کیا ہے یہ چیز ہے قابل گرفت ہیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی پروفیسر صاحب! آپ نے جو حوالہ جات دیئے ہیں ان کی فوٹو کاپیاں مجھے پہنچا دیں۔

پروفیسر خورشید احمد: میں ضرور پہنچا دوں گا۔ ویسے تو حوالہ جات بہت زیادہ ہیں

[Prof. Khurshid Ahmed]

لیکن جو میں نے تین quote کئے ہیں وہ پہنچا دوں گا۔

Mr. Chairman: So I will reserve my ruling on this question.

FURTHER DISCUSSION OF PRESIDENT'S ADDRESS

Mr. Chairman: Now, we proceed to the next item which the debate on the President's Address.

اس میں کچھ لوگ رہ گئے ہیں۔ تو جناب بجرانی صاحب۔

میر ہزار خان بجرانی: شکریہ جناب چیئرمین! صدر پاکستان کا خطاب جو انہوں نے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس کے سامنے کیا وہ بے انتہا مدلل اور جامع تھا اور تقریباً ہر چیز اس میں cover کی گئی تھی۔ بہت سارے مقررین نیشنل اسمبلی میں اور یہاں اس ایوان میں اس تقریر پہ اظہار خیال کر چکے ہیں۔ میں نہایت اختصار کے ساتھ چند نکتوں کی طرف اس ہاؤس کی توجہ مبذول کرانا چاہوں گا۔ سب سے پہلے جو بات میں آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں وہ ہے اس وقت situation law and order میں صدر محترم کے الفاظ یہاں دہراؤں گا۔ وہ فرماتے ہیں کہ بدامنی، تشدد اور لاقانونیت نے ملک کے کئی علاقوں میں خوف ہراس کا کچھ ایسا ماحول پیدا کر رکھا ہے کہ ذاتی تحفظ کی پریشان فکر نے اُن علاقوں کی حد تک قوم کی تعمیری صلاحیتوں کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بہت ہی تشویشناک بات ہے۔

جناب والا! جب ہم Law and Order کی بات کرتے ہیں تو ہماری توجہ سب سے پہلے سندھ کی طرف جاتی ہے۔ سندھ آج ایسی صورتحال سے دوچار ہے جس سے ہر محب وطن پاکستانی نہ صرف پریشان ہے بلکہ ہر پاکستانی یہ چاہتا ہے کہ اس مسئلے کا کوئی حل ہو اور خاص طور سے جناب والا! ہم سندھ کے رہنے والوں کے لئے یہ مسئلہ اور بھی زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ میں اس پہ قدرے بحث اس طرح سے کروں گا کہ سندھ میں حالات کب اور کیوں خراب ہوئے؟ یہ ایک حقیقت ہے کہ سندھ میں چاروں صوبوں کے لوگ رہتے ہیں اور آج سے کچھ برس پہلے تک اُن میں کسی قسم کی کوئی تفریق نہیں تھی۔ وہ بھائیوں کی طرح رہ رہے تھے آپس میں ان کا cooperation رہا، نفرت کی کوئی فضا نہیں تھی لیکن بدقسمتی سے وہاں جو ethnic thinking ابھری اُس نے

سندھ کی آبادی کو divide کرکے رکھ دیا۔ ان کی سوچ میں نمایاں فرق شروع ہوگیا۔ اس کے تاریخی پس منظر میں اگر آپ جائیں گے تو جناب والا! جب پاکستان وجود میں آیا اُس وقت ہندوستان سے جو مہاجرین پاکستان کی سرزمین پر آئے اور جن میں سے بیشتر نے ارضِ سندھ کو اپنا وطن بنایا ان کی اس نسل نے اپنے آپ کو ایک superior قوم اور ایک superior class سمجھا اور یہ تاثر انہوں نے وہاں چھوڑنے کی کوشش کی کہ مقامی لوگ ان سے inferior ہیں اور وہ ان سے superior ہیں یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے لیکن یہ حقیقت ہے کراچی جب سندھ سے الگ کیا گیا تو اس وقت مرکزی لیڈرشپ سے وہاں کی Urdu speaking population نے میل جول کرکے مقامی لوگوں کے نہ صرف حقوق غصب کئے بلکہ ہر جگہ اپنے کو بڑے زیادہ۔۔۔۔۔

Mr. Javed Jabbar: Point of order, I don't want to interrupt the speaker Mr. Chairman, but I must raise the point of order when charges are made against the entire population that happens to be speaking the national language of Pakistan. Certain elements may have tried to usurp the rights of the people of Sindh but this charge should not be applied wholesale to millions of innocent poor people who share the same poverty as the rest of the people of Sindh. They are not guilty of the crimes that the honourable Senator has just stated.

Mr. Chairman: I think it would not be appropriate to interrupt a speaker. I think you will get a chance and you can express your point of view. If you like : I can give you a chance today but I think it will be right that the speaker should be allowed to proceed.

((Interruption)

Mr. Javed Jabbar: I just explain why I had to interrupt Mr. Chairman. You know the Rules of Procedure are possibly less important than the sense of unity and harmony that we need to create in Sindh today. It is a tortured Province. Anything that we say or do should help peace, not division.

جناب چیئرمین: جی جناب بجرانی صاحب

میر ہزار خان بجرانی: جاوید جبار صاحب اگر یہ پوائنٹ آؤٹ کر دیں کہ وہ کون سے element ہیں تو میرے خیال میں میرے علم میں بھی اضافہ ہو جائے گا جنہوں نے اس وقت زیادتیاں کی تھیں۔ میں کسی کا نام نہیں لینا چاہتا۔ میں نے ایک جنرل بات کی تھی۔ جو جاوید جبار صاحب کو بڑی نہیں لگنی چاہیئے تھی۔ یہ میرے خیالات ہیں ان سے اختلاف کرنے کا وہ حق رکھتے ہیں۔ لیکن ہمیں بھی اپنے خیالات کے اظہار کا یہاں پورا پورا حق حاصل ہے اور ہم اپنی ایک community کی نمائندگی کر رہے ہیں ایک ایسی linguistic community جو سندھ میں رہتی ہے۔

جناب چیئرمین: وہ آپ کے حق کو چیلنج نہیں کر رہے، وہ اپنی perception بتا رہے ہیں۔

میر ہزار خان بجرانی: میں جناب تاریخی پس منظر کی بات کر رہا تھا جو سب کے سامنے عیاں ہے۔ جناب والا! اس کے بعد ۱۹۸۸ء کی طرف ہم آتے ہیں۔ اس میں ہم نے دیکھا کہ electorate نے جو verdict سندھ کے اندر دیا وہ بالکل ایک مختلف انداز تھا جو اس سے پہلے کے انتخابات میں وہاں کے electorate دیتے آئے ہیں۔ شہروں میں جہاں — Urdu peaking population تھی، وہاں کلی طور پر ووٹ ایم کیو ایم کے حق میں چلا گیا۔ اور دیہاتوں میں جہاں Sindhi speaking population ہے وہاں کلی طور پر پیپلز پارٹی کو ووٹ چلا گیا۔ اب یہ ایک line draw ہو گئی سندھ کے اندر rural areas کی نمائندگی پیپلز پارٹی کر رہی ہے جبکہ شہروں کی نمائندگی، اردو سپیکنگ لوگوں کی، ایم کیو ایم کر رہی ہے۔ جناب والا! یہ ایک بڑی خطرناک علامت ہے۔ میں اس کی مثال اس طرح دوں گا کہ جیسے ۱۹۷۰ء کے الیکشنز میں شیخ مجیب الرحمٰن کی Bangli speaking population نے کلی طور پر حمایت کی تھی۔ اور پھر اس کا نتیجہ پاکستان کے ٹوٹنے اور خود مجیب الرحمٰن کے ساتھ جو المناک واقعہ پیش آیا، اس کی صورت میں وہاں رونما ہوا۔ اس gap کو کس طرح سے bridge کرنا ہے۔ اس لائن کو کس طرح سے عبور کرنا ہے۔ اس بات پر اس حکومت کو سوچنا چاہیئے۔ لیکن بدقسمتی سے آج تک کوئی ایسے اقدامات حکومت نے نہیں کیئے جس سے کہ وہاں ماحول میں بہتری آئے اور یہ tension دور ہو سکے۔

یہاں جناب والا! میں ایک بات ضرور پوچھوں گا کہ شہروں میں رہنے والے ہمارے بھائی آخر کس بات سے نالاں ہیں۔ ہر ایک رنجش کے کچھ اسباب ہوتے ہیں۔ تعلیم کی سہولت ان کے پاس، علاج کی سہولت ان کے پاس، بجلی، سڑکیں ان کے پاس، نوکریاں ان کے پاس۔ اب اس کو اگر آپ compare کریں، دیہاتوں کے ساتھ تو دیہات میں رہنے والی آبادی کے پاس نہ ابھی تک تعلیم کی proper سہولت ہے نہ علاج کی مکمل سہولت ہے۔ نہ سڑکیں وہاں موجود ہیں نہ بجلی وہاں مہیا ہے۔ غرضیکہ جتنی سہولتیں ہیں وہ ساری شہروں میں موجود ہیں دیہاتوں میں نہیں۔ پھر بھی ہمارے شہر کے بھائی ناراض ہیں۔ سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی کہ آخر ان کی ناراضگی ہے کس بات پر۔ جبکہ ناراض دیہی سندھ کو ہونا چاہیئے کہ ان کو اپنا حق نہیں مل رہا۔ بہر حال یہ حکومت کے سوچنے کی باتیں ہیں۔ اور اس ضمن میں کوئی قدم حکومت کو کرنا چاہیئے۔ ہاں اگر ان کے کوئی جائز مطالبات ہیں تو ان سے بات چیت کریں۔ بات چیت کے دروازے بند نہیں ہونے چاہئیں۔ اور ہم صدق دل سے یہ چاہتے ہیں کہ سندھ کے اندر امن و امان کی فضا قائم ہو۔ سندھ کے اندر معمول کے حالات ہوں۔ جناب آج دیکھئے سندھ میں کیا ہو رہا ہے۔ بڑی بدقسمتی کی بات ہے آئے دن اخبارات میں آپ پڑھتے ہیں کہ all of a sudden کبھی حیدر آباد میں جھگڑے ہو جاتے ہیں کبھی کراچی میں جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ پچھلے دنوں کراچی میں جو جھگڑے ہوئے اس میں اخبارات کے مطابق ۶۱ لوگوں کی اموات واقع ہو گئیں۔ کیا قصور تھا ان لوگوں کا، کیا گناہ کیا تھا ان لوگوں نے۔ اور جناب آپ کو یہ سن کر اور بھی حیرانی ہوگی۔ جس طرح اخبارات نے رپورٹ کی ان ۶۱ میں سے جو کراچی میں لوگ مرے ہیں ان میں ۵۰ سندھی سپیکنگ لوگ مرے ہیں۔ اور پچیس لوگوں کا کلیم پی پی آئی کر رہی ہے کہ وہ پنجابی سپیکنگ اور پشتو سپیکنگ لوگ ہیں۔ باقی جو ۱۶ لوگ بچ جاتے ہیں، ان سولہ میں سے کچھ پیپلز پارٹی کے اردو سپیکنگ لوگ ہیں کچھ ایم کیو ایم کے اردو سپیکنگ لوگ ہیں۔ پھر بھی یہ چیخ و پکار کہ ایم کیو ایم کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔ ہاں ایم کیو ایم کے ساتھ بھی زیادتی ہو رہی ہے۔ پیپلز پارٹی کے ساتھ بھی زیادتی ہو رہی ہے۔ اردو سپیکنگ کے ساتھ بھی ہو رہی ہے، سندھی سپیکنگ کے ساتھ بھی ہو رہی ہے۔ پشتو اور پنجابی سپیکنگ کے ساتھ بھی ہو رہی ہے۔ آخر اس بھیانک اور المناک [illegible] کی کوئی انتہا بھی ہوگی اس کا کوئی end بھی ہوگا۔

اب لاشوں کو جلایا جا رہا ہے۔ سٹیل مل سے پچھلے دنوں جو اغوا کی باتیں شروع ہوئی آج ہی کے اخبار میں تھا کہ تقریباً سو لوگوں کو اغوا کیا گیا ہے۔ یہ کیا ہو رہا ہے سندھ [illegible]

[Mir Hazar Khan Bijarani]

امد۔ کہاں جارہے ہیں ہم لوگ۔ کیوں حالات کو کنٹرول نہیں کیا جارہا۔ اخبارات اٹھا کر پڑھیں۔ وہاں کے بیانات۔ وزراء کے بیانات آتے ہیں کہ صاحب سندھ میں امن و امان بحال ہوگیا ہے چیف منسٹر صاحب کے بیانات آتے ہیں کہ حالات تیزی سے معمول کی طرف ہیں۔ یہ ہے معمول کی طرف آنا؟ لوگوں کے جسموں میں کیلیں ٹھونکی جاتی ہیں ڈرلنگ مشین کے ساتھ ان کے جسم میں سوراخ کئے جاتے ہیں بازوؤں کو جلا کر ان کو کھڈوں میں پھینک دیا جاتا ہے۔ یہ ہم حالات معمول کی طرف لے جارہے ہیں؟ خدا کے واسطے کوئی sanity کی بات ہونی چاہیئے۔ سندھ کی طرف توجہ ہونی چاہیئے۔

پچھلے دسمبر میں حیدرآباد میں جب واقعات رونما ہوئے تو پرائم منسٹر صاحبہ یہاں سے حیدرآباد تشریف لے گئیں تھیں۔ بڑی اچھی بات ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ سندھ کو زیادہ وقت دیں۔ یہاں کی کیبنٹ میٹنگ اسلام آباد کا پر فضا ماحول یہ ساری چیزیں اپنی جگہ بڑی اچھی ہیں۔ لیکن جناب اس وقت ساری توجہ سندھ کی طرف ہونی چاہیئے۔ کیونکہ وہاں پرائم منسٹر کی طرف سے وقت کی ضرورت ہے۔ انہیں زیادہ وقت سندھ کو دینا چاہیئے اور پھر حیدرآباد جاکر وہ کرتی کیا ہے۔ وہاں جاکر میئر حیدرآباد کو بلایا۔ ان کے ساتھ ایک میٹنگ کی۔ اور ایک کروڑ روپیہ ان کے حوالے کیا کہ جناب آپ جائیے اور اپنی ترقی کے لیئے کام کیجئے۔ جبکہ جتنے لوگ وہاں مرے تھے، کسی ایک کے گھر جاکر انہوں نے فاتحہ تک نہیں کہی۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ فروہ سندھ کو represent کرتی ہیں اور سندھ کے کارڈ پر آج حکومت کررہی ہیں۔ پھر سندھیوں کے ساتھ یہ بے رخی کہ ان کے مرنے پر ایک فاتحہ بھی نہیں کہی جاتی۔

جناب میں تو یہ کہوں گا کہ سندھ کی سرزمین امن و آشتی کی سرزمین ہے۔ آپ سندھ کی تاریخ دیکھ لیجئے۔ یہ صوفیوں، شاعروں اور بزرگوں کی سرزمین ہے۔ یہاں تو لوگ ہمیشہ، کشمیر سے کے ٹو پہاڑ تک اور کیچر سے کارونجر تک شاہ لطیف اور سچل سرمست کی محبت بھری کافیاں گاتے ہیں۔ وہاں تو جو سندھ میں آیا ہے اس کو بانہیں پھیلا کر سندھ کے لوگوں نے تحفظ دیا ہے۔ اس کو امان دی ہے۔ اس کو رہنے کی جگہ دی ہے۔ اس کو بھائی بنا کر رکھا ہے۔ اور آج وہی سندھ کی سرزمین ہے جس کے چپے چپے پر خون بہہ رہا ہے۔ خدا کے واسطے اس پر توجہ کیجئے۔ پچھلے دنوں آپریشن کلین اپ کا ذکر ہوا تھا۔ بڑی اچھی بات تھی۔ ہم نے Welcome کیا تھا اس بات کو ہمارے وزیر داخلہ صاحب یہاں تشریف فرما ہیں۔ یہ خود بھی کراچی تشریف لائے تھے۔ اور ایک پلان بھی بنا تھا ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ اس پلان کے تحت جتنے بھی elements ہیں چاہے کسی بھی پارٹی سے ان کا تعلق ہو ان پر کوئی گرفت ہوگی اور ان کے خلاف سخت اقدامات کیئے جائیں گے تاکہ وہاں کوئی sanity prevail کرے اور وہاں لا اینڈ آرڈر کو بہتر بنایا جاسکے۔ لیکن دیکھنے میں یہ آیا کہ دو دن کے بعد وہ سارے آپریشن سارے کے سارے

fizzle out ہوگئیں۔ اور یہاں تک کہا گیا سندھ کے چیف منسٹر صاحب نے کہا کہ جناب آپریشن کلین اپ عام کے تو کوئی الفاظ ہماری ڈکشنری میں ہی نہیں ہیں۔ اب اگر اس طرح سے آپ لاء اینڈ آ
کو handle کریں گے اور آپ لوگوں کو اتنی کھلی چھوٹ دے رکھیں گے کہ وہ اغوا کرتے پھر
لوگوں کو مارتے پھریں لوٹتے پھریں اور کوئی قانون نافذ نہ ہو کسی کا احتساب نہ ہو تو آخر کس طرح یہ حالات
بہتر ہوں گے۔

شہروں کو چھوڑیئے جناب اگر اندرون سندھ آپ جائیں گے تو دیکھیں گے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ وہا
پر ڈاکوؤں کا راج ہے، آئے دن ڈاکے پڑ رہے ہیں آئے دن لوگوں کو اغوا کیا جا رہا ہے اور ان سے بھا
رقمیں وصول کر کے انہیں رہا کیا جا رہا ہے اور ایسے لوگوں کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا جاتا میں ایسی مثالیں یہ
دینے کو تیار ہوں کہ لوگ identify کر رہے ہیں، کہہ رہے ہیں کہ فلاں فلاں لوگوں نے ہمیں اس
جگہ رکھا اور پھر اتنی اتنی رقم ہم سے لی لیکن انتظامیہ ہے کہ اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ جنا
اسماعیل جونیجو ہمارے علاقے سے اغوا ہوئے تھے ڈاکوؤں نے اس غریب ڈاکٹر سے ڈیڑھ لاکھ رو
تاوان لے کر اُسے چھوڑا ضلع شکارپور میں اس کا نام اس کے ساتھیوں کا نام وہ نہ صرف ایس پی کو بتا چکا
ڈی آئی جی کو بتا چکا ہے بلکہ یہاں تک کہ چیف سیکریٹری اور ہوم سیکریٹری کے کے علم میں بھی
باتیں ہیں لیکن کوئی ایکشن نہیں ہوتا، ایک تاجر ہے منشا رام کے نام سے اس کو اٹھا کر لے گئے اس
بھی نشاندہی، کوئی ایکشن نہیں، میر غنی تالپور کو اٹھا کر لے گئے حیدر آباد ضلع سے وہ چیختا رہا آج یہ
کہہ رہا ہے کہ میں بتانے کو تیار ہوں کہ مجھے کہاں رکھا اور کس نے مجھے اٹھایا لیکن کوئی ایکشن نہیں آخر
حکومت ہے کہاں، اس طرح سے بات نہیں بنے گی۔

جناب انتظامیہ کا یہ حال ہے کہ ضلعوں کے اندر نااہل لوگوں کو بٹھایا گیا ہے سیاسی سفارشا
پر ریٹائرڈ لوگوں کو جو اپنی سروسیں مکمل کر چکے ہیں ان کو ایک ایک سال کی extensions دے
contract پر ان کو ڈی آئی جی اور ایس پی بنا کر رکھا جا رہا ہے اب آپ خود ہی سوچیئے کہ جو ریٹائ
لوگ سال بھر کے لیے آئیں گے جناب وہ تو اپنی جیبیں بھرنے کا سوچیں گے وہ کسی کو تحفظ دینے کی با
نہیں کریں گے اور پھر سیاسی اثر و رسوخ پر 17 اسکیل کے لوگ ایس پی بنے بیٹھے ہیں جبکہ ہمارے
لوگ، جوان لوگ جو ہیں ان کو ایک کونے میں بٹھا دیا ہوا ہے کیوں وہاں انتظامیہ کو درست نہیں
جاتا کیوں بہتر لوگوں کو وہاں نہیں رکھا جاتا آخر مشکل کیا ہے کم از کم میری سمجھ میں یہ باتیں نہیں آتیں
جناب والا! کرپشن کا یہ عالم ہے کہ تھانے بک رہے ہیں سندھ کے اندر، وہاں پر باقا

[Mir Hazar Khan Bijarani]

ہر تھانے کی بولی لگتی ہے اور تھانوں سے ہر ماہ باقاعدہ رقم ایس پی صاحبان کو جاتی ہے جس میں ڈی آئی جیز اور باقی افسران کے بھی حصے ہوتے ہیں یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے یہ ایسی حقیقتیں ہیں جو ہم بھی جانتے ہیں حکومت وقت بھی جانتی ہے اور وہاں کے بچے بچے کو بھی پتہ ہے لیکن سب کی پردہ پوشی کی جا رہی ہے آخر کیوں، اعتزاز احسن صاحب نے گول میز کانفرنس کی ایک بات کی تھی بڑی اچھی بات تھی لیکن اس کو بھی تقریباً میرے خیال میں اس وقت چار ماہ گذر گئے وہ گول میز کانفرنس ابھی ہوتی ہوئی نہیں نظر نہیں آتی جب کہ میرے خیال میں وہ ایک مثبت سوچ تھی ایک مثبت بات تھی سندھ میں جتنی پارٹیاں ہیں چاہے اسمبلیوں میں ان کی نمائندگی ہے چاہے نہیں لیکن اگر ان سے مل کر آپ بات کریں گے ان کو بٹھا کر آپ اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کریں گے تو ظاہر ہے کوئی نہ کوئی راہ نکل آئے گی لیکن اگر آپ یہ رویہ اپنائیں گے کہ صاحب ہم تو صرف ان لوگوں سے بات کریں گے جن کی وہاں اسمبلیوں میں نمائندگی ہے تو جناب وہاں نمائندگی تو ایم کیو ایم اور پیپلز پارٹی کی ہے وہ کس طرح آپس میں بات کریں گے جب ایک دوسرے کے لوگوں کو روزانہ اغوا کیا جاتا ہے لاشیں جلا کر راستوں میں پھینک جاتے ہیں اب اگر امن وامان کا یہ عالم ہو تو آخر سندھ میں حالات کس طرح سدھریں گے یہ ایک اچھی بات ہوگی کہ گول میز کانفرنس سندھ کے مسئلے پر بلائی جائے اور پھر اس کی اہمیت تو اس سے بھی جناب معلوم ہو جاتی ہے کہ پچھلے دنوں وزیر اعظم صاحبہ نے خود کہا تھا کہ سندھ کے اندر ایک mini insurgency کی سی situation ہے اب اس سے زیادہ اہم اور کیا بات ہو سکتی ہے یہاں ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر صرف پنجاب کے خلاف ایک پروپیگنڈہ چل رہا ہے سندھ کی طرف کوئی توجہ نہیں، آپ ضرور کریں جناب پنجاب میں بھی اگر کوئی گڑبڑ ہوتی ہے تو آپ ضرور crush کریں پاکستان کے کسی بھی علاقے میں کوئی غیر قانونی بات ہوتی ہے تو آپ اسے crush کریں لیکن خدا کے واسطے آپ سندھ کی طرف توجہ دیں یہ ایک ناسور ہے ایک رستا ہوا زخم ہے اس کے علاج کا کوئی بندوبست کیا جائے لیکن میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ cosmetic changes سے اس میں کوئی فرق نہیں آئے گا جب تک سندھ کی پوری انتظامیہ تبدیل نہیں ہوگی جب تک سندھ کا وزیر اعلیٰ تبدیل نہیں ہوگا ضلعوں کے اندر انتظامیہ درست نہیں کی جائے گی اس وقت تک کچھ نہیں ہوگا وہاں ایک دیانتدار، آزاد اور با اختیار وزیر اعلیٰ کی ضرورت ہے کسی کٹھ پتلی کی ہمیں ضرورت نہیں۔

we do not need a puppet on strings

وہاں شاہ صاحب کا کام کیا ہے جناب، اب تو یہ سب کو پتہ ہے کہ سندھ کی انتظامیہ اس وقت کس طرح چلائی جا رہی ہے وہاں وفاقی وزیروں کے حوالے ڈویژن کیے گئے ہیں کہ صاحب فلاں

ڈویژن یہ وفاقی وزیر سنبھالے گا اور فلاں یہ سنبھالے گا اور فلاں یہ سنبھالے گا اور چیف منسٹر صاحب محدود ہو کر رہ گئے ہیں اپنے چیف منسٹر ہاؤس تک اور ان کا کام صرف یہ رہ گیا ہے کہ وہ وزیر اعظم صاحبہ کو خوش رکھیں اب اگر یہ حالت ہوگی تو پھر ہم لوگوں کا تو خدا ہی حافظ ہے وہاں تو جناب یہ عالم ہے کہ ہیرا قہ و بازار لٹیروں کے حوالے اور شاہ کا یہ حال کہ قصیدوں میں مگن ہے

اس وقت بھی سندھ میں ایک ہزار سے سیاسی قیدی بھی زیادہ جناب جیلوں میں سڑ رہے ہیں کہا یہ جا رہا ہے وہاں کوئی سیاسی قیدی نہیں ہے ۲۴ جنوری کے "ڈان" میں یہ اعداد و شمار آئے ہیں یہ مسٹر عاقل لودھی نے دیئے ہیں جو صدر ہیں Lawyers Committee for Human Rights کے ان کی رپورٹ کے مطابق ۱۰۸۵ لوگ مختلف جماعتوں سے تعلق رکھنے والے اس وقت سندھ کی جیلوں میں بند ہیں اور یہ جنوری کی بات ہے اس وقت تک شاید کچھ اور لوگ بھی وہاں بند ہوں گے ہوں ۔ اب ستم ظریفی یہ دیکھئے حکومت کہتی ہے کہ کوئی سیاسی قیدی نہیں ، مارشل لاء کے زمانے میں جب پیپلز پارٹی کے لوگ جیلوں میں ہوتے تھے اور مارشل لاء کی انتظامیہ ان کو Criminal کہتی تھی تو ہم چیخ چیخ کر اس وقت کہتے تھے کہ صاحب یہ سیاسی لوگ ہیں یہ criminals نہیں ہیں انکو political prisoners, treat کیا جائے آج وہی روایت پیپلز پارٹی دہرا رہی ہے کہ سیاسی لوگوں کو criminal, declare کر کے ان کے political rights کو بالکل deny کر رہی ہے میں سمجھتا ہوں یہ ٹھیک رویہ نہیں ہے خاص طور سے اس وقت ہماری سکھر جیل میں ہمارے سندھ کے قیدی سڑ رہے ہیں ان کے لیے سپیشل ٹریبونل بنایا گیا ہے آخر Special Tribunal کی کیا ضرورت ہے جناب ان کا قصور کیا ہے کیوں آپ ordinary law ان پر apply نہیں کرتے ordinary courts میں آپ ان کے خلاف cases کیوں نہیں چلاتے آخر ملک میں کوئی قانون بھی تو ہے کہ نہیں میں آپ کے توسط سے Interior Minister صاحب کی توجہ مبذول کرانا چاہوں گا کہ جو لوگ اس وقت سکھر جیل میں موجود ہیں ان کے لیئے آپ عدالتوں میں مقدمات ضرور چلائیں ان کو try کریں ان کے خلاف جو allegations ہیں وہ آپ ordinary courts میں ثابت کریں اگر وہ guilty ہیں تو ان کو سزا دیں اگر وہ guilty نہیں ہیں تو ان کو release کریں اس طرح سے ان کو جیلوں میں رکھنے سے کوئی بات نہیں بنے گی۔ کرپشن تو خیر ماشاء اللہ روز بروز بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے اس پر اگر میں کچھ نہ ہی کہوں تو زیادہ بہتر ہے کیوں کہ اب تو جناب وہاں پر پرائمری ٹیچر کی نوکریاں بھی ہمارے ممبران قومی اسمبلی در

[Mir Hazar Khan Bijarani]

ممبران صوبائی اسمبلی بیچ رہے ہیں اور ایک پرائمری ٹیچر کی نوکری کی قیمت ۱۴ ہزار روپے ہے باقی high ups کا تو میں کیا ذکر کروں وزراء صاحبان اور سپیکر صاحبان کا تو اتنا ذکر ہو چکا ہے کہ اگر آج چپ میں کچھ نہ ہی کہوں تو وہ زیادہ بہتر ہے۔

جناب! اس کے بعد میں horse trading اور political stock exchange کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراؤں گا صدر محترم نے فرمایا "میں نے عرض تھا کہ درگزر سے کام لیا جائے اور اور رواداری کے جذبے کا مظاہرہ کیا جائے مگر گذشتہ پورا سال معمولی سے معمولی بات ہر سطح پر محاذ آرائی کا سبب بنتی رہی ہے میں نے صاف ستھری سیاست پر زور دیا تھا مگر Horse tradings اور political stock exchanges ہماری سیاسی لغت کی اصطلاحیں بن گئیں ہیں تے گزارش کی تھی کہ دوسروں سے وہی برتاؤ روا رکھا جائے جس کی توقع ہم اپنے لیئے ان سے کرتے ہیں لیکن اب تک ہم میں یہ وسیع القلبی نہیں آ سکی۔ میں نے وفاق کے اتحاد اور جمہوری عمل کے تسلسل میں سینیٹ کے تعمیری کردار کی اہمیت پر زور دیا تھا مگر غیر ذمہ دارانہ سوچ رکھنے والے افراد اس آئینی ادارے کو متنازعہ بنانے کی کوشش میں لگے رہے۔ میں نے قانون سازی کے بھاری ایجنڈے کی بات کی تھی۔ یہاں عالم یہ رہا کہ ہمارے ناقدین کو یہ تک کہنے کا موقع ملا کہ ملک کے قانون ساز ادارے سب کچھ کرتے ہیں سوائے قانون سازی کے۔ گذشتہ برس جہاں بے شمار آرڈیننس جاری کیے گئے وہاں پارلیمنٹ نے صرف چھ قوانین کی منظوری دی اور اس وقت تقریباً ۳۶ آرڈیننس پارلیمنٹ کی توجہ کے منتظر ہیں۔ جناب قانون سازی کی طرف توجہ کس طرح ہوگی۔ حکومت اگر خود ہارس ٹریڈنگ اور پولیٹکل سٹاک ایکسچینج کی ترغیب دے گی اور ہر ایم این اے کو پجیرو دے کر قرضے دے کر شوگر مل دے کر انڈسٹری دے کر ان کی وفاداریاں خرید کرنے کی کوشش کرے گی تو اس کا وقت تو اسی میں صرف ہوگا حکومت بچانے کے لئے ہر چیز کرنے کو تیار ہیں آخر positive چیزوں کی طرف کب توجہ ہوگی۔

اس ملک میں floor crossing کی بڑی طرح حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے آپ اخبارات میں پڑھ رہے ہیں سن رہے ہیں کہ ہماری پارلیمنٹ میں آئے دن فلاں صاحب پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے۔ بھئی ضرور شامل ہوں لیکن اس کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں میں تو سمجھتا ہوں جمہوریت ایک مذاق سا بن کر رہ گئی ہے۔ اس کی مثال میں یوں دیتا ہوں کہ NWFP گورنمنٹ کو آپ دیکھ لیجئے گا اس کی کابینہ کے دو تہائی ممبران جو ہیں وہ پیپلز پارٹی کے لوگ نہیں لیکن وہاں پر حکومت پیپلز پارٹی کی بنی ہوئی ہے کسی طریقے سے انہوں نے ان کو اپنی سائیڈ پر لگایا ہوا ہے اور پھر حکومت نے ان ۱۴ ماہ میں جو کارنامے کیئے وہ بھی

ماشاءاللہ قابل تحسین ہیں۔ سب سے پہلے تو بلوچستان اسمبلی کا dissolution ۔ اس کے فوراً بعد چیف منسٹر پنجاب کو ہٹانے کے لیے ایک مہم چلائی گئی۔ حال ہی میں آزاد کشمیر کے صدر کے خلاف ایک محاذ کھڑا کیا گیا۔ سینیٹ کو توڑنے اس کو غیر آئینی اور غیر قانونی قرار دینے کی بھرپور کوشش کی گئی۔ صدر مملکت کے ساتھ confrontation کا ایک محاذ کھولا گیا۔ سروسز کی ملازمت کے issue پر محاذ آرائی شروع ہوئی پھر ججوں کی appointments پر ایک issue کھڑا کیا گیا آخر یہ اتنے مسائل خود کھڑے کرتے جائیں گے تو تعمیری سوچ کا کیا بنے گا پھر آپ کس طرح سے اس ملک کو قانون دیں گے کس طرح سے ان اسمبلیوں کو چلائیں گے جناب ہمارے Political Party Act میں سیکشن (ط) 8 کی جو Defection clause ہے (فلور کراسنگ) وہ بہت vague ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے اس کو درست کیا جائے۔ اس میں improvement کی جائے اور اس ضمن میں مناسب قانون سازی کی جائے تاکہ اس طرح سے فلور کراسنگ مکمل طور پر بند ہو جائے۔ فلور کراسنگ کو غیر قانونی قرار دینا چاہیئے اور کوئی شخص اگر اس کا مرتکب ہو تو فوری طور پر اس کو اپنی سیٹ چھوڑ دینی چاہیئے۔ وہ پھر عوام کے پاس جائے اور جاکر new mandate حاصل کرے اور بعد میں جسے چاہے وہ join کر سکتا ہے۔ اس وقت جو لوگ فلور کراس کر رہے ہیں ان کو تو ہم قصوروار ٹھہرا رہے ہیں لیکن اس کا کیا بنے گا جو ان کو فلور کراس کروانے کی ترغیب دے کر ان کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں میں سمجھتا ہوں وہ بھی اتنے ہی بڑے مجرم ہیں جتنے مجرم وہ لوگ ہیں جو فلور کراس کر رہے ہیں تو دونوں کے لیے مناسب انسدادی قانون سازی ہونی چاہیئے۔ صدر محترم نے بھی فلور کراسنگ کے سلسلے میں یہی فرمایا تھا اگر کوئی عوام سے ملے ہوئے mandate کو ان کی خواہشات کے برخلاف استعمال کرتا ہے تو وہ بدترین خیانت کا مرتکب ہوتا ہے اور خیانت خدا کے نزدیک ظلم عظیم ہے اور خدا ظلم کو زیادہ دیر تک برداشت نہیں کرتا۔ عوام سے ایک مخصوص نقطۂ نظر کی نمائندگی کے وعدے پر ووٹ حاصل کرنے کے بعد اگر کسی منتخب نمائندے کے لیئے خیالات میں تبدیلی یا ذاتی وجوہ یا کسی مجبوری کے سبب اس نقطہ نظر پر کاربند رہنا ممکن نہ رہے تو خیانت کے گناہ کا ارتکاب کرنے کی بجائے اس کے لیے اخلاقاً اور مذہبیاً بہترین صورت یہی ہے کہ بارِ امانت اس کے اصل حقداروں کو لوٹا دے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت ہی وزن دار بات ہے۔ ان لوگوں کو جنہوں نے اس قسم کی بات کی ہے انہیں واپس عوام کے پاس جانا چاہیئے اور ان سے fresh mandate حاصل کرنا چاہیئے پریس اور الیکٹرانک میڈیا آپ کے سامنے ہی ہے۔ نیشنل پریس ٹرسٹ توڑنے کی باتیں کی جاتی ہیں لیکن ابھی تک نیشنل پریس ٹرسٹ نہیں توڑا گیا electronic media تو ماشاءاللہ

[Mir Hazar Khan Bijarani]

one sided اتنا زور دکھا رہی ہے کہ

ے اللہ کرے زور شباب اور زیادہ ہو۔

جناب ایک بات جگا میں یہاں خاص طور پر ذکر کرنا چاہوں گا وہ ہے منسٹری وخصوصاً agriculture sector میں۔ بجٹ تقریر میں تو خیر بہت ساری باتیں کہی گئیں اور figures بھی سنائی گئیں لیکن جو حقیقت ہے وہ نہیں بتائی گئی۔ میں خود زمیندار ہوں اور میرا واسطہ اس سیکٹر سے رہتا ہے اور روزمرہ جو باتیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ ان میں سے دو تین نکتے یہاں عرض کرتا ہوں جناب fertilizer ایسی چیز ہے جو اس سیکٹر کے لیے نہایت ہی اہم ہے اور اس سیکٹر میں اوّل تو fertilizer کی دستیابی حکومت proper طور پر نہیں کر سکی سب سے پہلے پنجاب کے اندر fertilizer کی shortage پیدا ہو گئی وہاں وقت پر فصلوں کے لیے کھاد نہیں مل سکی بعد میں وہ fertilizer وہاں پر پہنچائی گئی تو سندھ کے اندر shortage ہو گئی اور سندھ میں وقت پر کھاد نہیں مل رہی تھی اور اگر مل بھی رہی تھی تو مہنگی یا بلیک میں مل رہی تھی۔ جناب! یہ جو ان کی prices میں اضافہ ہوا ہے اس کا اگر آپ موازنہ کریں گے تو معلوم ہوگا کہ نومبر ۸۹ - ۱۹۸۸ء کی جو prices ہیں اس میں جو ٹی ایس پی ہے۔ اس میں پندرہ فیصد کا اضافہ ہوا ہے ایک سال کے اندر اور ڈی اے پی میں ۱۰ فیصد ایس پی میں ۹ فیصد ایس ایس پی ۱۰ فیصد اور ایس او پی ۱۸ فیصد اب یہ تو ساری چیزیں مہنگی ہوتی جا رہی ہیں۔ جناب ٹریکٹر ہے وہ ہمیں International prices پر مل رہا ہے۔ ڈیزل pesticides, اور باقی inputs جتنے ہیں وہ سارے ہمیں International prices پر ملتے ہیں جبکہ ہماری crops , wheat, کی ہمیں International prices نہیں دی جاتیں rice, cotton, sugar, cane نتیجہ کیا ہوگا لوگ ان products کو بند کر دیں گے جب زمیندار کو فائدہ نہیں ہوگا نفع نہیں ہوگا تو ظاہر ہے وہ ایسی فصل وہاں کیوں اگائے گا اور جب وہ فصل نہیں اگے گی تو آپ کی National economy متاثر ہوگی اور اگر sugarcane کی یہاں defficiency ہو جائے گی تو آپ کو شوگر باہر سے import کرنی پڑے گی اور یہ آپ کی پوری economy کو topsyturvy کرنے والی بات ہے اس طرف توجہ مبذول کرنی چاہیئے اور ان ساری چیزوں کا تدارک ہونا چاہیئے essential commodities روزمرہ کی چیزیں ہیں جو عام آدمی کے استعمال کی چیزیں ہیں اس میں ۱۰ سے ۲۰ فیصد کا اضافہ ہوا ہے اس چھ ماہ کے اندر گیس کے اندر اور power tariff کے اندر ساری چیزیں بڑھی ہیں۔ پی آئی اے کے fares کے بارے میں تو آپ کو پتہ ہے کہ سال میں

دو تین increases اس میں کی گئی ہیں یہ ساری ایسی چیزیں ہیں جس سے ملک کے غریب عوام اور متوسط طبقے پر کافی اثر پڑ رہا ہے۔

جناب ایک اہم بات council of Common Intrests کے سلسلے میں تھی۔ جو میں صدر کی تقریر کے حوالے سے آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میں صدر صاحب کو quote کروں گا۔ انہوں نے فرمایا کہ "ہمارے آئین میں مرکز اور صوبوں کے اختیارات اور ذمہ داریوں کی واضح نشاندہی موجود ہے اور مشترکہ مسائل کے متفقہ حل کی تلاش کے لیے طریقہ کار اور مناسب اداروں کی تشکیل بھی کی گئی ہے۔ آئین بنانے والوں نے National Finance Commission اور Council of Islamic Ideology، council of Common Interests جیسے ادارے اس مقصد سے تجویز کیئے تھے کہ ملک کے اجتماعی مفاد میں ایسی پالیسیاں مرتب کی جاسکیں جو صوبائی خود مختاری کی مقررہ حدود کا احترام کرتے ہوئے مشترکہ سوچ کی آئینہ دار ہوں اور متعلقہ اداروں کی کارکردگی کو پارلیمنٹ کی زیر نگرانی یقینی بنایا جاسکے۔ مرکز اور صوبوں کے درمیان وسائل کی منصفانہ تقسیم کا اہتمام ہوسکے، ماہرانہ رہنمائی کے ذریعہ قوم کو اس کی نظریاتی منزل کے قریب تر لایا جاسکے۔ مدعا یہ تھا کہ گفت و شنید کے ذریعہ غلط فہمیوں کو پیدا ہونے سے روکا جائے اور شکایتوں کے تدارک کا بندوبست کیا جائے تاکہ وفاقی نظام کو خوش اسلوبی کے ساتھ چلایا جاسکے اور وفاق کو استحکام حاصل ہو ان اداروں کو کام کرنے کا موقع دینا قومی مفادات کو آگے ہی لے جائے گا، پیچھے نہیں، ان کی افادیت پر بے جواز شکوک و شبہات کا اظہار کرکے ہمیں آئین کے خالقوں کی بصیرت کو شرمندہ نہیں کرنا چاہیئے"۔

جناب والا! Council of Common Interests ایک آئینی ادارہ ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: ذرا، مہربانی کرکے، سمیٹنے کی کوشش کیجیئے، کافی وقت ہوگیا ہے۔

میر ہزار خان بجرانی: یہ آخری پوائنٹ ہے۔

جناب چیئرمین: جی فرمایئے۔

میر ہزار خان بجرانی: ہمارے لا منسٹر صاحب فرما چکے ہیں کہ اگر عجلت میں Council of Common Interests کی میٹنگ بلالی جائے گی تو یہ وفاق کے لئے بہت بڑا خطرہ ہوگا، جناب والا! اگر آئینی باتوں پر عمل کرنے سے وفاق کو خطرہ لاحق ہوگا تو پھر اس آئین کی ضرورت کیا ہے، پھر آپ نے یہ آئین بنایا کیوں ہے۔ جو طریقہ کار آپ نے ملک کے مسائل حل کرنے کے لئے رکھا ہے اگر اس پر عمل کرنا خطرناک

[Mir Hazar Khan Bijarani]

ہے تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ اس آئین کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس پر عمل ہونا چاہیئے جب کہ اس سلسلے میں بلوچستان اور پنجاب نے پہلے سے ہی ڈیمانڈ کی ہوئی ہے، سینیٹ کا resulution جو کہ مئی ۱۹۸۹ میں پاس کیا تھا، موجود ہے، آرٹیکل ۱۵۴ میں، ظاہر ہے کہ اس کی میٹنگ بلانے کا طریقہ کار واضح نہیں ہے لیکن اگر آرٹیکل ۱۵۴ سے قطع نظر آپ آرٹیکل ۱۸۴ کو دیکھیں اور میں quote کروں گا اس میں یہ کہا گیا ہے کہ

"The Supreme Court shall, to the exclusion of every other court, have original jurisdiction in any dispute between any two or more governments."

And its explanation is that in this clause governments" means the federal government and the provincial governments.

تو اس آرٹیکل ۱۸۴ (۱) کی رو سے یہ معاملہ سپریم کورٹ میں طے کیا جا سکتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جو aggrieved گورنمنٹ ہے وہ سپریم کورٹ میں جا کر اس معاملہ کو حل کرائے۔

جناب والا! حال ہی میں کشمیر کے سلسلے میں جو Joint Session بلایا گیا اس کو ایک ہی دن میں wind-up کرنے کی اصل وجہ بھی سی سی آئی کی میٹنگ تھی، یعنی ڈر یہ تھا کہ کہیں سی سی آئی کے سلسلے میں کوئی resolution نہ آ جائے لہذا اس اہم مسئلہ پر پارلیمنٹ کے ممبروں کو بحث کا موقع نہ دیا جائے اور اسے عجلت میں wind-up کر کے ایک ہی دن میں فوری طور پر اس کو ختم کیا جائے۔

جناب والا! کشمیر اس وقت سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے، یہ سب سے زیادہ اہم issue ہے اور اس کے بارے میں بھی گورنمنٹ کی طرف سے اگر اس طرح کے non-serious اقدامات ہوں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم کشمیر کے لوگوں کے ساتھ اپنی وفا کا اظہار نہیں کر رہے ہیں جو ہمیں کرنا چاہیئے بلکہ ہم اپنے ساتھ بھی بے ایمانی کر رہے ہیں اور ہم اپنے آپ کو بھی دھوکا دے رہے ہیں۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت صرف ایک ہی کوشش کی جا رہی ہے فارن پالیسی کے تعلق سے، کہ پاکستان کو western camp کی طرف دھکیلا جا رہا ہے اور یہ کوشش ہے کہ کسی طرح مغرب اور امریکہ کی گود میں پاکستان کو ڈالا جائے تو جناب، ہمیں اس Perspective میں نہیں دیکھنا چاہیے، کشمیر کے issue میں بھی آپ دیکھیں گے کہ ایران، ترکی اور بنگلہ دیش اور او آئی سی کی طرف سے صرف

statements آئی ہیں، کسی اور نے ہمارے موقف کی اس حد تک تائید نہیں کی جب کہ اس سے پہلے بہت سارے ممالک نے ہماری تائید کی تھی اور western camp میں ہمارا جانا اگر اتنا ہی مفید ہوتا تو یہ شاہ ایران اس وقت اقتدار سے چلے جاتے اور نہ انور سادات اقتدار سے ہٹ جاتے، ہمارے foreign لئے صرف یہ دو ہی مثالیں ہی کافی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں اپنی policy کو بھی نئے سرے سے مرتب کرنا چاہیئے۔ میں آخر میں صرف اتنا ہی کہوں گا کہ

جو باخبر تھے وہ لڑتے رہے تلاطم سے
جو بے خبر تھے وہ بیٹھے رہے سفینے میں

بہت بہت شکریہ!

Mr. Chairman: Thank you. Yes, Aitzaz Sahib.

Mr. Aitzaz Ahsan: One submission Sir,

Mr. Chairman: It is not permitted by the rules but I allow you.

Mr. Aitzaz Ahsan: Yes, I know but the learned Senator has said that there are some abductees who have been recovered like Dr. Junejo who to my information so far has not been prepared to provide particulars of the persons who had abducted him and that has been our problem. But if they provide us particulars of those people, I can assure the Senator and if he gives name of any persons who are prepared to give particulars whereby we can identify them and identify the places where they were kept, normally this is not being done, this cooperation is not being extended for reasons of fear and reprisal but I will assure him that we will have action taken and get the persons who were involved in that and I want to use the privilege of being in this House at this time to say that within 15 days he will get results if he gives me particulars of any abductees with proper particulars. Secondly, he has said about political prisoners being in Jails while I deny this statement completely but if he will give me details of any person that he considers as political prisoners without prejudice I will take up the matter.

جناب چیئرمین: عاقل لودھرانی ، یا کیا کوئی اور نام تھا

جناب اعتزاز احسن: جی عاقل لودھی ۔

جناب چیئرمین: وہ تو اسی کو quote کر رہے تھے ، آپ ان سے لے لیں ،

جناب اعتزاز احسن: اگر یہ بھی دے دیں تو ٹھیک ہے ، میں ان کو تو لکھ رہا ہوں ان کو ہمارا محکمہ لکھ رہا ہے۔

Mr. Chairman: But on the other matter I think you have made an offer and I am sure he will provide you the relevant information.

Mr. Aitzaz Ahsan: On both I am making an offer.

Mr. Chairman: On the other matter you make the offer to Aqil Lodhi and I think he will provide you the information.

Mr. Aitzaz Ahsan: If the Senator verifies those I will take the action.

Mr. Chairman: I think it is a very good offer by the Interior Minister.

میر ہزار خان بجرانی: اللہ کرے کہ وہ اس پر عمل بھی کریں ۔

جناب چیئرمین: آپ ان کو دے دیں ۔

میر ہزار خان بجرانی: جناب چیئرمین! میں خود اس ڈاکٹر اسماعیل جونیجو کو ضلع کے ایس پی کے دفتر میں لے گیا تھا اور ان کو کہا تھا کہ جناب یہ آئے ہیں آپ کو statement دینے اور سب کچھ بتانے ....

جناب چیئرمین: پھر انہوں نے statement دے دی تھی یا نہیں دی تھی ؟

میر ہزار خان بجرانی: جناب انہوں نے کہا تھا کہ پرسوں آ جائیں ، میں ان سے statement لے لوں گا ۔ لیکن ان کی وہ پرسوں ابھی تک نہیں آئی ۔

Mr. Chairman: However, you should provide him the information.

جناب اعجاز علی خان جتوئی: میں بھی ان کو information دوں گا۔

جناب چیئرمین: جی ، ضرور دیں۔

I think the government will be helped if you can provide particulars.

Mr. Aitzaz Ahsan: Certainly.

جناب اعجاز علی خان جتوئی: یہ بات جناب بڑی اوپر جائے گی۔

جناب چیئرمین: ان کی بات ہے یا نہیں، البتہ لوگ ڈر کی وجہ سے شاید سامنے نہیں آتے لیکن اگر ہے تو it will be a good thing.

جناب اعجاز علی خان جتوئی: جی میں ان کو دوں گا۔

جناب چیئرمین: آپ ان کو لائیں، پھر دیکھا جائے گا۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی: ہم ضرور لائیں گے، اس کیس میں چار کروڑ روپے لئے ہیں۔

جناب چیئرمین: جو بھی ہے، آپ انکو لائیں۔

جناب اعتزاز احسن: ان کو لائیں، اس کے ساتھ ہمیں سب کچھ دیں، صرف بات ہی نہ کریں۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی: اس نے تو statement دی ہے۔

جناب چیئرمین: آپ ان کو لائیں، وہ ان کو statement دیں، پھر دیکھیں گے، آپ تشریف رکھیں، صوبیدار مندوخیل صاحب، (تشریف نہیں رکھتے) جناب فتح اقبال صاحب، (تشریف نہیں رکھتے) جناب قاضی عبدالمجید صاحب۔

Mr. Abdul Majid Kazi: Thank you very much Mr. Chairman for inviting me to speak on this very important subject - the presidential Address during the joint session.

میرے دوستوں اور ساتھیوں نے اس پر کافی بحث کی ہے، میں اس پر صرف سرسری طور پر بات کروں گا - میں سندھ کے حوالے سے بات کروں گا چونکہ حالات وہاں بڑے تشویش ناک ہیں اس لئے میں ان کو پیش کروں گا - اس میں میں صرف ایک غور طلب بات آپ کے سامنے لاؤں گا کہ حیدرآباد میں دیدار حسین شاہ، جس کی عمر ۳۲ سال تھی، ہمارے sitting Minister کے بھائی کے داماد ہیں، ان کی بیوی حاملہ تھی، وہ اسے ہسپتال لے گئے، وہاں انہیں اللہ تعالیٰ نے بچی عطا فرمائی، اس کے بعد وہ اپنے گھر جا رہے تھے کیونکہ ان کو ٹنڈو محمد

[Mr. Abdul Majid Kazi]

خان اپنے گھر کوئی ضروری کام تھا، راستے میں کچے قلعے کی طرف ان کو کار سے اتار لیا گیا، اور اس کو shoot کیا گیا اس کے بارے میں ڈان اخبار میں بھی کیس رپورٹ ہو چکا ہوا ہے کہ رینجرز وہاں کھڑے تھے، کوئی دور بھی نہیں تھے، لیکن وہ ڈیڑھ گھنٹے تک سڑک پر تڑپتے رہے اور ان کا کوئی پرسان حال نہیں بنا، اور وہ بے چارہ فوت ہو گیا، شہید ہو گیا۔

جناب والا! میں یہ حوالہ اس لئے دے رہا ہوں کہ چونکہ کراچی کے لئے incidents Judicial enquiry مقرر ہوئی ہے، میں اس موقع پر یہ تجویز پیش کر رہا ہوں کہ یہ جو Judicial enquiry ہو رہی ہے یہ کراچی کے ساتھ حیدر آباد کے incidents کو بھی examine کرے تاکہ پتہ چلے کہ وہاں پر کیا کچھ ہو رہا ہے۔ اس قسم کے حالات میں یہ ایک مثبت قدم ہے۔ اس قسم کی جو ڈیٹیشل انکوائری کے بڑے فائدے ہوں گے مجرم لوگ پکڑے جائیں گے تو ماحول اچھا ہو جائے گا۔ اس سلسلے میں صدر صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ان حالات کی ذمہ داری کسی ایک فرد، کسی ایک گروہ اور پارٹی پر نہیں بلکہ ہم سب پر عائد ہوتی ہے اور انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جہاں تک امن و امان قائم کرنا گورنمنٹ کی اولین ذمہ داری ہے وہاں اس کو یقینی بنانا ہم سب کی اور پولیٹیکل پارٹیز کی بھی ذمہ داری ہے۔ اس ضمن میں ابھی حال ہی میں پرائم منسٹر صاحبہ نے ایک فیصلہ کیا ہے جس میں وہ سندھ کی سطح تک All Parties Conference منعقد کریں گی۔ میں صرف اتنا عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ ایک اچھا قدم ہے لیکن اگر یہ آل پاکستان لیول پہ آل پارٹیز کانفرنس ہو جائے تو شاید زیادہ مفید ہوگی۔ یہ میری تجویز ہے اس پر غور فرمائیں اور یہ جلد سے جلد منعقد ہو جائے تاکہ اس کا اچھا نتیجہ نکلے۔ میں اس پر اسی لئے مُصر ہوں کہ ہم نے یہ دیکھا کہ ہماری قوم منظم قوم ہے۔ disciplined قوم ہے۔ جس وقت 5 تاریخ کو کشمیر issue کے اوپر تمام parties نے ہڑتال کا کہا تو ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک لوگ بڑے پُرامن رہے اور کوئی ایسی واردات ہمارے سامنے نہیں آئی جس سے شرمندگی اُٹھانی پڑے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر اس قسم کی کانفرنس آل پاکستان لیول پر آل پارٹیز کانفرنس ہو جائے اور وہاں ان چیزوں پر غور کیا جائے.....

[At this stage the Chair was vacated by the Chairman and occupied by the Deputy Chairman Syed Fazal Agha].

جناب عبدالمجید قاضی: سندھ کی صورتحال ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اور اس کانفرنس سے اس مسئلے کے حل میں تقویت ملے گی۔ لہٰذا اس میں میری یہ تجویز ہے کہ آل پارٹیز کانفرنس بلائی جائے۔ اور سب لوگوں سے وہاں پر افہام و تفہیم سے بات کرنی چاہیئے۔ دوسری جو خاص بات ہے کہ کچھ دن پہلے یہاں سینٹ میں وزیراعظم صاحبہ تقریر کر رہی تھیں تو انہوں نے اس وقت صوبائی حکومتوں کو دعوت دی تھی کہ وہ یکجہتی کی کوششوں میں ان کا ہاتھ بٹائیں اور جمہوری روایات کو مضبوط بنائیں اور یہ حکومت اور اپوزیشن کی ذمہ داری ہے نیز یہ فرمایا کہ حکومت پوری قوم کی ہے نہ صرف ایک پارٹی کی ہے۔ اب میں اس کے حوالے سے یہ درخواست کروں گا کہ آج کے حالات میں ہماری صوبائی حکومتوں کی یہ ضرورت بن گئی ہے کہ قومی مفاد کے پیش نظر ان میں قومی یکجہتی ہو۔ جو ہمارے سرحدی حالات ہیں ان میں یہ ہماری ضرورت بن گئی ہے کہ ہم میں سے ہر فرد پچھلی چیزوں کو بھلا کر ایک نیا باب شروع کرے۔ اور قومی یکجہتی اس کا واحد حل ہے جو ان حالات میں ہمیں کامیابی سے ہمکنار کر سکتا ہے۔ لہٰذا صوبائی حکومتوں کو بھی ان حالات میں ہاتھ بٹانا چاہیئے اور حالات کو قابو میں رکھنا چاہیئے۔

اس وقت میں ایک اور بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ حال ہی میں پنجاب اسمبلی نے ایک متفقہ قرارداد پاس کی ہے کہ مرکز اور صوبوں کی چپقلش کو دور کیا جائے۔ ایسی چیزیں تو ہمارے سامنے آئی ہیں کم از کم میں اُن سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ یہ جو اسباب پیدا ہوئے ہیں ان سے ہمارے حالات سدھر سکتے ہیں میں پاکستان کے ہر فرد اور ہر پارٹی سے اپیل کروں گا کہ یکجہتی کا مظاہرہ کر کے خلوص نیت کے ساتھ ایک جگہ بیٹھ جائیں تو حالات بہتر ہو جائیں گے۔

اس کے علاوہ چونکہ میں ٹیکسٹو کریٹ کی سیٹ پر آیا ہوں تو اس ضمن میں عرض ہے کہ صدر صاحب نے صنعت کے بارے میں فرمایا کہ صنعتی منصوبوں کی منظوری کے طریقہ کار کو آسان بنا دیا گیا ہے وزیراعظم کی سربراہی میں ایک سرمایہ کاری بورڈ تشکیل دیا گیا ہے جو اب تک ۴۳ بلین روپوں کے منصوبوں کی منظوری دے چکا ہے۔ میرے خیال میں یہ مگر اب ۶۰ بلین روپے تک پہنچ چکی ہے۔ اور جتنی بھی ہماری یہ سکیمیں approve ہوئی ہیں اور جس وقت یہ سکیمیں operat ہو جائینگی اگرچہ اس کیلئے وقت درکار ہے تو اس کے ساتھ ہماری معیشت بھی بہتر ہو جائے گی۔ نیز روزگار کے مواقع بھی پیدا ہونگے۔ اس قسم کے بھاری لاگت کے منصوبوں کی منظوری دی گئی ہے میرا خیال ہے کہ یہ اچھا قدم ہے۔ اس طرح ہماری معاشی حالت کو improve کرنے میں مدد

[Mr. Abdul Majid Kazi]

ملے گی۔

انہوں نے فرمایا کہ بیرونِ ملک کام کرنے والے پاکستانیوں کی جانب سے بھیجی جانے والی رقوم میں اضافہ ہوا ہے اور بحالی جمہوریت کے نتیجے میں بین الاقوامی مالیاتی فنڈ اور دوسرے ملکوں سے ملنے والی امداد توقعات سے زیادہ رہی ہے جس سے ملک کی دشواریوں پر قابو پانے میں مدد ملے گی۔ جناب ابھی حال ہی میں Asian Development Bank نے ۲۵۰ ملین ڈالر کا قرضہ دیا ہے جو Highest قرضہ ہے۔ قرضہ پر تو ہمیں خوش نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اگر ہم اپنے potentials کو صحیح استعمال کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم اس سے نجات پا سکتے ہیں لیکن حالات کو دیکھتے ہوئے ہمیں جو ترقیات کے لیئے loans مل رہے ہیں ان کو اگر ہم صحیح طریقے سے استعمال کریں گے تو ہم اس پر قابو پالیں گے۔

اس خطاب میں پیپلز پروگرام کا بھی ذکر کیا گیا ہے صدر صاحب نے فرمایا کہ پیپلز پروگرام عوام کی فلاح و بہبود کے لیے ہے لیکن مرکز اور صوبوں کے درمیان ڈاٹرہ کار کے بارے میں آئینی تشریحات سے اختلاف کی بنا پر اس پر عمل درآمد کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔ جناب میں پانچ نکاتی پروگرام کا ذکر ضرور کروں گا کیونکہ وہ بھی ایک پروگرام تھا جس کا بہت اچھا اثر ہوا۔ اور اس وقت جو پیپلز پروگرام ہے اس کا بھی قریب قریب دائرہ کار وہی ہے اور اس میں کچھ اور چیزیں بھی شامل ہیں لیکن میں یہ کہوں گا کہ جب کوئی راستہ بنتا ہے یا کوئی سکول بنتا ہے تو کیا اس میں کوئی پیپلز پارٹی کے ہی بچے پڑھیں گے یا سڑک یا راستہ صرف وہی استعمال کریں گے؟ ہمیں کھلے دل سے یہ دیکھنا چاہیئے کہ جو بھی ترقی ہو رہی ہے وہ اس علاقے کی ترقی ہو رہی ہے اُس روز وزیراعظم صاحبہ نے بڑی وضاحت کے ساتھ کہا تھا کہ یہ ایک جامع پروگرام ہے یہ سب کے لئے ہے حکومت پوری قوم کے لئے ہے نہ کہ صرف پیپلز پارٹی کے لئے ہے۔ مزید انہوں نے یہ کہا کہ ہمارے جتنے بھی سینیٹر صاحبان ایم این اے۔ ایم پی اے ہیں وہ جو بھی منصوبہ دینا چاہیں گے اس پر غور ہوگا اور اس کا مثبت نتیجہ نکلے گا میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے جو اختلافات ہیں آمنے سامنے بیٹھ کر ان کا فیصلہ کریں اور اس دعوت کو آگے بڑھانا چاہیئے۔ یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم لوگوں کی خدمت کریں اور اچھے منصوبے مرتب کر کے دیں یہ ہمارا فرض بنتا ہے لہذا وزیراعظم صاحبہ کی دعوت کے اچھے نتائج نکلنے چاہئیں۔ اور ہمیں اچھی توقعات کے ساتھ نیا باب کھولنا چاہیئے۔ تاکہ لوگوں کی خدمت کر سکیں۔

اس کے بعد صدر صاحب نے فرمایا کہ افراد کے سروں پر چھت کا سایہ فراہم کرنے کی بات یا تعلیم کے فروغ کا مسئلہ ہو ہر معاملے میں قومی وسائل اور توانائیوں کو قوم کے بہترین مفاد میں مل جل کر دیانت داری اور احتیاط کے ساتھ استعمال کرنا چاہیئے۔ حکومت نے ان میں بعض اچھے منصوبوں کا آغاز کیا ہے۔

اس کے بعد ہمیں nuclear energy کا مسئلہ درپیش ہے توانائی کا بحران ہے لوڈ شیڈنگ ہو رہی ہے Industries پر بڑا اثر پڑتا ہے ترقی پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ توانائی ایک بہت ہی اہم ضروریات میں شامل ہے۔ اگلے دن ہماری سینیٹ کی water and power کمیٹی کی میٹنگ ہوئی تھی اور میں یہ بلا مبالغہ کہنا چاہتا ہوں کہ لغاری صاحب نے جو ہمیں presentation دی اور جو منصوبے ان کے ذہن میں ہیں وہ جان کر ہمیں بہت خوشی ہوئی میں نے نہیں سمجھتا کہ وہ خاموش بیٹھے ہیں وہ منصوبے بنا رہے ہیں۔ چین کا وزیراعظم جب یہاں آیا تھا تو انہوں نے ہمیں ۳۰۰ میگاواٹ کا nuclear power plant دینے کا وعدہ کیا تھا اور اس پر معاہدہ ہو رہا ہے اور انشاء اللہ تین سو میگاواٹ کا nuclear power plant ہمارے ملک میں لگے گا۔ اسی طرح سے ہماری فرانس کے ساتھ بھی بات چیت ہو رہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جب فرانس کے صدر صاحب آئیں گے، اور جس طریقے سے ہم نے اپنا کیس plead کیا ہے مجھے قوی امید ہے یہ کم از کم ایک ہزار میگا واٹ کا Nuclear power plant ہمیں ملنے کی توقع ہے۔ میں کچھ عرصہ پہلے بیرون ملک گیا تھا میں نے محسوس کیا کہ کچھ ایسے ممالک ہیں جو nuclear power plant دینے کے لیے تیار ہیں، safeguaids دینے کے لیے تیار ہیں۔ ہم اگر تو وہ سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہیں nuclear energy لینا میں نہیں سمجھتا کہ کوئی اتنا مشکل ہے اور جب ہم گارنٹی دیتے ہیں تو میرا خیال ہے کہ ہماری جمہوری حکومت کی projection باہر ہے۔ اس کا اچھا اثر میں نے پایا ہے جب میں چھ مہینے پہلے باہر گیا تھا میں نے یہ محسوس کیا کہ ابھی وقت ہے کہ اگر ہم مل جل کر اس کے لئے کوشش کریں تو یہ ہو سکتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ میں ایک اور خاص بات بتانا چاہوں گا کہ Hub River پر پرائیویٹ سیکٹر کی طرف سے power generation plant لگانے کا معاہدہ sign ہو چکا ہے اور یہ بہت بڑا project ہے پرائیویٹ سیکٹر میں اور اس سے جو بجلی پیدا ہوگی وہ future projects میں استعمال ہوگی۔ پرائیویٹ سیکٹر کو کافی encourage کیا جا رہا ہے اور چاہے وہ لاکڑا کول ہو چاہے سونڈا کول ہو وہاں کے جو projects ہیں وہ accept کیے جا رہے ہیں۔ اور ان کی جو equity ہے وہ بھی ۲۵ فیصد رہ گئی ہے۔ مطلب کہنے کا یہ ہے کہ گورنمنٹ اپنی پوری کوشش کر رہی ہے اور ہر قسم کی رعایت دے رہی ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ اور زیادہ دے۔ تاکہ یہ چیز develop ہو اور ہم اپنے جو coal resurces

[Mr. Abdul Majid Kazi]

ہیں چاہے وہ سندھ میں ہوں یا کسی اور صوبے میں ہوں ان کو صحیح طریقے سے استعمال کریں اور ہم جو تیل باہر سے منگوا رہے ہیں اس پر ہمارا انحصار کم ہو اور ہماری foreign exchange بچے۔ Local development جب ہوگی تو local empolyment بھی ہوگی اور اس سے ہمیں زیادہ فائدہ ہوگا۔

میں ایک یہاں پر عرض کرنا چاہوں گا اگر آپ hydro-electric project پر آجائیں۔ نیلم کا project ہے۔ Ghazi Gariala Project ہے۔ اس قسم کے بہت سے projects ہیں میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا اور دوبارہ میں عرض کرنا چاہ رہا ہوں، سترہ ہزار میگاواٹ الیکٹرسٹی دریائے جہلم اور انڈس پر generate ہو سکتی ہے جہاں پر آپ کو کوئی ڈیم بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ میں آپ کو بالکل وثوق کے ساتھ کہہ رہا ہوں میرے پاس اس کی باقاعدہ دستاویزات موجود ہیں جو واپڈا کے ڈاکٹر اظہار الحق نے باقاعدہ شائع کی ہیں اور میگزین سے میں نے وہ لی ہیں اس طرح سترہ ہزار میگاواٹ بجلی بھی حاصل ہوگی run of the river سے run of the river کا مطلب ہے کہ آپ کو کوئی بھی ڈیم بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو natural falls ہیں ان کو آپ استعمال کرتے ہوئے different locations میں بجلی پیدا کر سکتے ہیں اور جو price اس کے اندر دی گئی ہے وہ بھی ہو سکتا ہے پانچ آٹھ سال پرانی ہو لیکن کم از کم جو ہم کالا باغ ڈیم کا سوچ رہے ہیں اس سے کم ہے جب یہ compare کیا جائے گا ان کو update کیا جائے گا تو کیا صورت حال بنتی ہے اس کا مجھے علم نہیں۔ لیکن یہ پراجیکٹ جو ہیں سترہ ہزار میگاواٹ کے run of the river کے اوپر کوئی اس میں تنازعہ ہی نہیں ہے۔ پاکستان کا کوئی آدمی اس سے انکار کر ہی نہیں سکتا۔ اس میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے۔ پرانے زمانے میں لوگ کہتے تھے کہ پانی سے بجلی نکال دی گئی تو باقی کیا رہ جائے گا، وہ شروع کی بات تھی۔ اس وقت وہ چیز نہیں ہے، اس وقت لوگ یہ سمجھتے تھے لیکن اب انہیں معلوم ہے کہ بجلی نکلنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لہٰذا ہمیں کوشش یہ کرنی چاہیئے کہ نیوکلیئر کی طرف توجہ دیں۔ جو پلانٹس لا رہے ہیں وہ میں اور دوسرے ممالک ہیں، ان میں ہم جائیں۔ میں کم از کم یہ سمجھتا ہوں کہ اور بھی ایسے ممالک ہیں، جہاں سے ہمیں nuclear plants مل سکتے ہیں۔ گارنٹی دینے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ آج کے اخبار میں، میں نے پڑھا کہ ہم گارنٹی دینے کے لیئے تیار ہیں۔ ہماری پرائم منسٹر صاحبہ نے کہا ہے۔ یہ بہت ہی اچھا ہے اور اگر ہمیں ہائیڈل پراجیکٹس پر جانا ہے تو We must go first of all for those run of the river projects.

نہروں کے اوپر بھی پراجیکٹس بن سکتے ہیں۔ جہاں ہماری بڑی canals ہیں۔ اس طرف اگر ہم جائیں تو کوئی تنازعہ نہیں ہے اور بجلی کی shortage پوری ہو سکتی ہے۔

اس کے علاوہ coal based power generation ہے۔ جس بھی صوبے میں ہو وہاں پر فراخ دلی کے ساتھ پرائیویٹ سیکٹر کو آگے لانا چاہیئے۔ اس طریقے سے آپ یہ دیکھیں کہ جامشورو میں اس وقت fuel power plant بن رہا ہے۔ کوٹ ادو میں کچھ عرصہ پہلے افتتاح ہوا۔ یہ پراجیکٹ پچھلی حکومت کی تھی جو اس حکومت کے ٹائم میں complete ہوئی۔ ہمیں اس پر خوشی ہے۔ آم کوئی لگاتا ہے کھاتا کوئی ہے وہ الگ چیز ہے۔ لیکن ہمارے پاس ایک continuity of process ہے۔ اس طریقے سے ہمیں اس کو دیکھنا چاہیئے کہ ہمیں کیا ملا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ آپ یہ دیکھیں، جیسے جامشورو کا پلانٹ جس وقت چالو ہو جائے گا تو اس ایریا میں بجلی ملے گی۔ اور بھی projects ہم بنا رہے ہیں اور میرا خیال ہے کہ اس کوشش کے ساتھ اگر یہ کام کیا گیا تو ہمارا مسئلہ انشاء اللہ حل ہو جائے گا۔

اب گیس اور آئل کی طرف میں آپ کو لاؤں گا۔ اب اس وقت ہماری ماشاء اللہ ۵۸ ہزار سے لے کر ۶۰ ہزار بیرل یومیہ پیداواری صلاحیت ہو گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پانچ سالہ منصوبے میں ہم نے جو کچھ anticipate کیا تھا اس سے ہمیں زیادہ ملا ہے۔ اب یہ بھی کوششوں کا نتیجہ ہے اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ ہمارے پاکستان میں ۷۵ فیصد جو عام شور زمین ہے that holds potential power چاہے وہ تیل ہو چاہے وہ گیس ہو۔ ابھی تک ہم نے نو سے دس فیصد ایریا کو hydro carbon scratch کیا ہے۔ باقی ہمارا ایریا virgin پڑا ہے۔ جب ہماری کیبنٹ کا اجلاس ہوا تو اس میں ہمیں منسٹر نے یہ بتایا کہ جناب ہم نے کچھ اور علاقے لوگوں کو دیئے ہیں اور foreign companies آ رہی ہیں اور وہ اپنا کام جلدی شروع کرنے والی ہیں۔ میں اس پر اتنا عرض کرنا چاہوں گا۔ کہ ہمارے پاس اتنا potential ہے کہ جتنا بھی ہم اس میں پیسہ لگائیں اور جتنی بھی ہم کمپنیوں کو دعوت دیں ہمیں اتنا ہی جلد تیل ملے گا اور ہم اس میں خود کفیل ہو سکتے ہیں۔ potential ضرور ہے جتنا ہم جلدی کریں گے اتنا ہمیں اس کا فائدہ ہوگا۔ اور pay back period بھی اتنا زیادہ نہیں ہے۔ ساتھ ساتھ ہماری جو success ratio ہے وہ بھی 2.5 ہے اگر 2.5 hole drill کرتے ہیں تو صحیح تیل ہمیں ملتا ہے یا گیس ملتی ہے۔ اس قسم کے حالات ہیں، چاہے ہم بانڈڈ ایشو کریں جو سرحدی ہم کریں it is a very lucrative investment ہے لہٰذا اس پر ہمیں توجہ دینی چاہیئے۔ ابھی off-shore drilling ہو رہی ہے اور اس وقت تقریباً دو ہزار تین ہزار فٹ مزید ان کو جانا ہے۔ دس گیارہ ہزا

[Mr. Abdul Majid Kazi]

تک وہ جا چکے ہیں۔ لیکن ابھی نہیں کہا جا سکتا کہ اس سے کیا نکلتا ہے۔ اگر وہاں سے تیل ملتا ہے تو یہ but one can't say at the present moment بھی ہو سکتا ہے Jack pot اس طرف کوشش ضرور ہو رہی ہیں۔ لیکن جو چیز میں نے محسوس کی ہے۔ کم از کم تین چار سال سے میں نے سینٹ میں اس پوائنٹ پر adjournment motion دی تھی۔ کہ پچیس لاکھ کی گیس ایسے ہی flare ہو رہی ہے from various oil wells ۸۵ء میں میں نے یہ موشن دی تھی۔ موشن تو آؤٹ آف آرڈر ہو گئی اس کے بعد اس وقت کے پرائم منسٹر صاحب نے کمیٹی بنائی اور یہ ثابت ہو گیا پندرہ منٹ میں ایک کیوبک فٹ میں نے کہا تھا لیکن سترہ منٹ میں ایک کیوبک فٹ گیس جل رہی تھی۔ اس وقت پروگرام بنے تھے کہ ہم اس کو اس طریقے سے بند کریں گے۔ کچھ بند ہو گئی لیکن افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے آج بھی ڈیڑھ کروڑ روپے کی گیس ایسے ہی جل رہی ہے یہ وہ گیس ہے جہاں سے ہمارا جو آئل نکلتا ہے اس کے ساتھ ساتھ گیس نکلتی ہے۔ ڈیڑھ کروڑ روپے کی مہینے کے اندر جل رہی ہے۔ اور اگر ہم اس کو استعمال کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں، باہر سے ہم تیل منگوا رہے ہیں، یہ نہیں کہ ہمارے پاس surplus ہے۔ سعودی عرب میں surplus ہے، گیس جل رہی ہے تو یہ ایک الگ بات ہے۔ لیکن ہمارے ہاں انرجی کا قحط ہے we are a energy hungry country تو میں تو یہ کہوں گا جناب کہ ہم اپنے اور معاملات جو ہیں، ہماری جو normal feasibility ہے اس کو چھوڑ چھاڑ کر، اگر ہم اس کو اس طریقے سے سوچیں کہ اس گیس کو ہم استعمال کریں گے تو ہمیں کیا بچت ہو گی۔ کتنا oil ہم باہر سے امپورٹ کریں گے۔ اس حساب سے یہ project بہت ہی feasible ہو سکتا ہے۔ اور یہ میں نے سینٹ کمیٹی میں بات کی ہے۔ یہی میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس چیز کو دیکھنا چاہیئے۔

similarly ہمارا Indus right bank pipeline ہے جب سے وہ بنی ہے۔ جب سے compressor لگے ہیں، پہلے تو free flow تھا اس وقت ٹھیک تھی۔ جب سے compressor لگے ہیں تو ساٹھ ستر ملین کیوبک فٹ گیس کم پہنچ رہی ہے۔ جو PC-I Form میں دکھائی گئی تھی۔ اتنی گیس کراچی کو پہنچے گی اس پائپ لائن کے ذریعے وہ نہیں پہنچ رہی ہے because there are some technical problems اب اس کو کم از کم دو ڈھائی سال اور چاہئیں۔ یا ہو سکتا ہے ایک ڈیڑھ سال اور چاہیئے اور بھی shorter طریقے ہیں آپ ان کو اختیار کر سکتے ہیں میں یہ بھی کہتا رہا ہوں کہ جناب اگر یہ طریقہ اختیار

کریں گے تو ساٹھ ستر ملین کیوبک فٹ گیس آپ کو مل سکتی ہے۔ ساٹھ ستر ملین کیوبک فٹ کا مطلب یہ ہے کہ تیس سے پینتیس لاکھ روپے کا ہم تیل باہر سے منگوا رہے ہیں۔ اگر یہ گیس ہم استعمال کریں۔ یہ بات نہیں کہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ ہمارے پاس تھی اور ہے۔ اس لیئے یہ project بن گیا تھا۔ مگر وہ project صحیح طریقے سے operate نہیں ہوا۔ کمپریسروں نے صحیح کام نہیں کیا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ تیس لاکھ روپے کا ہم روزانہ تیل باہر سے منگوا رہے ہیں۔

جناب والا! اس کے علاوہ میں ایک آدھ بات زراعت کی کروں گا۔ ہمارے بھائی بجرانی صاحب نے اس طرف نشاندہی ضرور کی ہے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اس سال اللہ تعالیٰ نے جو کرم کیا ہے ہمیں کاٹن کی پیداوار جو ملی ہے وہ ہماری record production رہی ہے اور یہ بھی آپ کو بتانا چاہوں گا کہ بارہ سو کروڑ روپے حکومت کو by way of export duty on cotton ملے گا اگر growers کو international price ملتی تو یہ ۱۲ سو کروڑ روپے growers کو ملتے ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن ہمیں صحیح قیمت ملنی چاہیئے جو ہمیں نہیں مل رہی، ۱۲ کروڑ نہ میں لیکن کم از کم کچھ تو ہمیں ملنا چاہیئے تھا اور آئندہ کے لیے کوئی price policy بنانی چاہیئے میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ آپ یہ سوچیں کہ پورا انکم ٹیکس ۱۲ سو کروڑ روپے جو گذشتہ سال ملا ہے۔ ہمارا بارہ سو کروڑ روپیہ کاٹن کی فصل سے export duty کے ذریعے recover کیا جاتا ہے لیکن جناب ستم ظریفی یہ ہے کہ جب بھی بجٹ کا معاملہ آتا ہے تو شور مچ جاتا ہے کہ زراعت والے کچھ ادا نہیں کر رہے ہیں ان پر آپ ٹیکس لگائیں، انکم ٹیکس لگائیں یہ لگائیں وہ لگائیں، یہ میں اس لیے کہنا چاہتا ہوں کہ زراعت کو سنبھالنا چاہیئے آپ امریکہ کو دیکھیں وہاں باقاعدہ pampering ہوتی ہے ہم وہ تو نہیں چاہتے لیکن ہماری سبسڈی ختم کر کے fertilizer کی قیمت بڑھائی جا رہی ہے سب کچھ کیا جا رہا ہے جو چیزیں ہو رہی ہیں ان کا اثر کیا پڑے گا اگر زراعت والوں کے پاس پیسہ نہیں ہوگا تو وہ fertilizer کہاں سے خریدیں گے اگر fertilizer وقت پر نہیں ملے گی تو آگے وہ کیا کریں گے اب مثال کے طور پر میں آپ کو ایک حوالہ دوں۔ مرچوں کی فصل ہے یہ exportable quantities میں ہمارے پاس available ہے لیکن اس کے اوپر ڈیوٹی لگا دی گئی ہے اگر اس کی قیمت تیس روپے فی کلو ہو تو فی کلو پر دس روپے ڈیوٹی لگ گئی۔ اس کی قیمت جب مقرر ہوتی ہے تو genuine ہونی چاہیئے یہ چھوٹی موٹی چیزیں اگر ہم صحیح طریقے سے کریں تو اچھا ہوگا اور ساتھ ساتھ اگر ہم

[Mr. Abdul Majid Kazi]

fertilizer کو پیش نظر رکھیں۔ سندھ کی کاٹن دن بدن خراب ہو رہی ہے کیونکہ وہاں پر صحیح قسم کا بیج نہیں ملتا ہے وہاں کی research efforts جو ہیں جو کاٹن کمیٹی کرتی ہے وہ صحیح efforts نہیں ہیں کہا جاتا ہے کہ پی اے آر سی نے اب سیجاول میں sugar-cane کا فارم بنایا ہے، کیا ہے وہاں پر، آپ چل کر دیکھ لیں، میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ پی اے آر سی کا جس قسم کا رول ہے اس کو ہمیں دیکھنا چاہیئے۔ ہمیں قدرت نے ہر طرح سے نوازا ہے زمین بھی ہر قسم کی available ہے Climate بھی ہر قسم کی available ہے پانی بھی ہمارے پاس assured supplies میں ہے ہم اگر دنیا میں زیادہ سے زیادہ فی ایکڑ پیداوار کے حساب سے اول نمبر پر نہیں آسکتے تو دوم یا سوم نمبر پر کیوں نہیں آسکتے جبکہ ہمارے ساتھ دوسرے ممالک جن کے حالات ہماری طرح اچھے نہیں ہیں جن کے پاس assured water supply نہیں ہے even in Canada where ان کی ability of production ہمارے سے زیادہ ہے you got wheat on rain fed area. ان کی اوسط پیداوار ہم سے زیادہ ہے

بہر حال کچھ ایسی چیزیں ہیں کہ agriculture ہماری backbone ہے اس کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے اسے priority دینی چاہیئے اور اسی طرح ہی ہم زراعت کو ترقی دے سکتے ہیں چاول کو آپ دیکھ لیں آپ کے پاس اتنے چاول ہیں کہ اب اس کو برآمد کرنے کے لیے آپ کو مسائل درپیش ہیں جناب قدرت ہم پر بہت مہربان ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم اگر ان چیزوں کو صحیح طریقے سے نہیں کریں گے تو کفران نعمت ہوگا اور ہمارا فرض ہے کہ ہمارا جتنا بھی potential ہے اس کا صحیح طریقے سے استعمال کریں اور ہم اپنی economic position ٹھیک کریں، اگر ہم economically strong ہیں تو politically بھی ہم strong ہیں اگر وہ چیز نہیں ہے اور ہم قرضدار ہیں اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلائے بیٹھے ہوں تو ہماری economic situation بہتر نہیں ہو سکے گی۔ شکریہ!

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ! جناب عالم علی لالیکا صاحب۔

میاں عالم علی لالیکا: شکریہ! جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے جناب صدر مملکت کے خطاب پر مجھے اظہار خیال کا موقع عطا فرمایا میں نے جناب صدر محترم کا خطاب بغور سنا بھی ہے پڑھا بھی ہے اس پر غور بھی کیا ہے اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد جب میں اس پر بات کرنے کے لیئے کھڑا ہوتا ہوں تو میرا سر ندامت سے جھک جاتا ہے تمام معاشرتی برائیاں جو کسی انسان میں ہو سکتی ہیں وہ ہم نمائندگان میں موجود ہیں صدر صاحب نے بجا طور پر اس کی نشاندہی فرمائی ہے لیکن میں صدر پاکستان

کے خطاب کے علاوہ Republic of Turky کے صدر صاحب کی ایک quotation
کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں انہوں نے فرمایا ہے کہ

"Amongst the basic values on which democratic Institutions are founded perhaps the most important are the quality, fraternity and accountability".

جناب والا! میں سب سے پہلے اپنے دوست احباب کی توجہ یعنی اس ایوان کی توجہ جمہوری طرز
حکومت کی طرف مبذول کرانا چاہوں گا۔ جمہوریت عوام کی خواہشات کے احترام کا نام ہے۔ جمہوریت
افہام و تفہیم سے عبارت ہے جمہوریت میں درگزر کا جذبہ اس کی روح ہے۔ جمہوریت وسیع القلبی
تنقید برداشت کرنے کے حوصلے کا نام ہے۔ جمہوریت میں رواداری کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے اور سب
سے ضروری جیو اور جینے دو کے اصول پر عمل پیرا ہونے کا نام جمہوریت ہے۔ جناب والا! میں جب
صدر مملکت کے خطاب کو پڑھنے اور سننے سے پہلے اپنے ذہن میں یہ سوچا کرتا تھا کہ ہمارے ملک
میں پارلیمانی طرز جمہوریت موزوں طرز حکومت نہیں ہے اور اس کی دلیل میں یہ دیا کرتا تھا کہ ہمارے
ملک میں شرح خواندگی بڑی کم ہے اور عام آدمی جب اپنا رکن قومی اسمبلی یا رکن صوبائی اسمبلی منتخب کرنے کو جاتا تھا یا اس
کو ووٹ دینے کے لیے جاتا ہے تو اس کو یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ جس آدمی کو میں رکن منتخب کر رہا ہوں اس
فرائض میں کیا کیا کام شامل ہیں اسے کیا ذمہ داریاں سر انجام دینی ہیں اس بنا پر میں سوچا کرتا تھا کہ پارلیمانی
حکومت ہمارے ملک کے لیے موزوں طرز حکومت نہیں ہے لیکن اب میں نے اس میں ترمیم کر لی ہے اب
ذہن میں میں نے اپنی ایک لائن متعین کر لی ہے کہ ناخواندہ طبقہ تو بیچارہ خواہ مخواہ بدنام اور رسوا ہوتا ہے
ہمارے ملک میں شومئی قسمت سے دو بڑی پارٹیاں پیپلز پارٹی اور اسلامی جمہوری اتحاد کو عوام نے صوبائی
مرکزی سطح پر mandate دے کر منتخب کیا ہے اگر اب میں یہ کہوں کہ ان دونوں پارٹیوں کے اکابرین

دونوں پارٹیوں کے لیڈران کرام میں ذہانت نہیں ہے فراست نہیں ہے علمیت نہیں ہے، قابلیت نہیں ہے یا ان میں جمہوریت کا احترام نہیں ہے
چھوٹا منہ بڑی بات ہوگی۔ اب مجھ نظر نہیں آ پا رہا ہے ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہے سوائے باہمی کشیدگی کے ان دونوں بڑی پارٹیوں کے زعماء
کر نہیں پائے ہیں آپس میں ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا نام و نشان نہیں ہے ایک دوسرے پر
طرزی کا سلسلہ چل رہا ہے اس سلسلے میں جناب صدر محترم نے بجا طور پر
litical Stock Exchange اور Horse Trading کی اصطلاح استعمال کی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ کرپشن، بدکاری پہلے بھی تھی اور

[Mr. Abdul Majid Kazi]

خیال کے مطابق اس کی جڑیں اس جمہوری طرز حکومت میں تھیں پہلے اقربا پروری کی خاطر یہ کرپشن ہوا کرتی تھی اب کرپشن اپنی بقا کے لیے ہے اپنا تسلط قائم رکھنے کے لیے ہے وزیر اعظم پاکستان کو اپنے ایک رکن اسمبلی کو اپنے ساتھ رکھنے کے لیے جو جور و جفا برداشت کرنا پڑتی ہے اور اس کی جائز و ناجائز ماننی پڑتی ہے وزیر اعلیٰ پنجاب وزیر اعلیٰ سندھ وزیر اعلیٰ سرحد کو صوبائی اسمبلی کے ممبروں کو اپنے ساتھ رکھنے کے لیئے جو کچھ کرنا پڑتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس جمہوری طرز حکومت کی خرابیاں ہیں

جناب والا! میرے حلقے میں ایک خاک روب کی تعیناتی کے لیے وزیر اعلیٰ کا ڈائریکٹو ہماری صوبائی اسمبلی کے ممبران لے گئے ہیں کہ فلاں فلاں کو فلاں ریسٹ ہاؤس میں خاک روب مقرر کر دیا جائے یہ ایک ابتدائی درجے کی اسامی ہے ، خاک روب کیا ہے اور وزیر اعلیٰ کیا ہے لیکن ممبر صوبائی اسمبلی کو راضی رکھنے کے لیے اس کی اس گھٹیا سے گھٹیا حرکت کو بھی پذیرائی بخشنے کے لیے وزیر اعلیٰ صاحب مجبور ہیں انہوں نے حکم دے دیا ہے اس کو لگا دیا جائے۔ اور اسی طرح وزیر اعظم صاحبہ کے لیے اس موجودہ طرز حکومت میں اپنے ممبران قومی اسمبلی کو راضی رکھنے کے لیے ان کی ہر جائز و ناجائز بات کو ماننا ناگزیر ہے اور یہیں سے ساری خرابی کی ابتداء ہو جاتی ہے ۔ ہر قسم کی بدکاری و بدعنوانی کی ابتداء ہو جاتی ہے ۔

جناب والا! جس ادارے سے میرا تعلق ہے یعنی سینیٹ اس کے متعلق صدر محترم نے بجا طور پر فرمایا اس کی ایک خصوصی افادیت یہ ہے کہ یہ جمہوریت کے عمل کو تسلسل دینے کے لیے معرض وجود میں آیا ہے ۔ اب اس کے درپے آزار ہو کر ہمیں آئین بنانے والوں کی سیاسی بصیرت کو شرمندہ نہیں کرنا چاہیئے ۔ مجھے افسوس ہے کہ سینیٹ کو بھی تنقید کا ہدف بنایا گیا ہے ۔ چہ جائیکہ ہم جمہوریت کو دوام بخشتے جمہوری اداروں کی تقویت کا باعث بنتے جمہوریت کے بنیادی اصولوں کو اپنا کر رواداری کا مظاہرہ کرتے ۔ میں یہ نہیں کہتا مرکز نے نہیں کیا ہے ۔ فریقین نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ایک دوسرے کے خلاف الزامات عائد کئے ہیں کسی نے دوسرے کو آج تک برداشت کیا ہی نہیں ہے ۔ جتنے لوگ آئی جے آئی سے منسلک ہیں وہ پیپلز پارٹی پر الزام تراشیوں میں مصروف ہیں پیپلز پارٹی میں جو ہیں وہ ان پر الزام تراشیوں میں مشغول ہیں۔ جناب والا! الیکشن سے پہلے پارلیمانی جمہوریت ہونی چاہیئے ۔ پھر اس کے لیئے پارٹی سسٹم چاہیئے پارٹی سسٹم کے لیے کتنی تگ و دو کی گئی کتنی کاوش کی گئی ۔ سپریم کورٹ میں politicaal parties گئیں کہ ملک میں پارٹی سسٹم پر انتخاب ہونا چاہیئے ۔ پولیٹکل پارٹی ایکٹ تشکیل دیا گیا ڈیفیکشن کلاز بنائی گئی لیکن کیا یہ

political party system ہے کیا یہ political parties ہیں ایک آدمی اپنی وفاداری تبدیل کرکے ایک پارٹی کے ٹکٹ پر کامیاب ہوتا ہے اور مالی منفعت کی خاطر منصبی منفعت کی خاطر اپنی وفاداری تبدیل کر لیتا ہے آج تو وہ اپنی پارٹی میں کسی گنتی میں بھی نہیں ہے کل کلاں جب وہ پارٹی تبدیل کرتا ہے تو دوسری پارٹی میں وزیر بن جاتا ہے۔ اب میں یہ نہیں کہتا کہ پیپلز پارٹی نے ایسا کیا ہے آئی جے آئی نے بھی ایسا ہی کیا ہے جو لوگ پنجاب میں صوبائی اسمبلی میں اپنی وفاداریاں تبدیل کرکے حکومت کے ساتھ شامل ہوئے ہیں یا وہ وزیر بنا دیئے گئے ہیں یا ان کو وزراء جتنے اختیارات دے دیئے گئے ہیں کیا یہ پارٹی سسٹم ہے۔ پارٹی کا تو یہ مفہوم ہے کہ پارٹی میں جو لوگ شامل ہیں وہ اس پارٹی کے ساتھ اپنی وفاداری کا احترام کریں لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ جتنی بھی کاوشیں کی گئی تھیں جتنے بھی سپریم کورٹ میں دعاوی دائر کیے گئے تھے جتنی بھی کاوشیں تھیں وہ سب عبث اور بیکار تھیں اگر اسی طرح سے پارٹیاں چلتی ہیں اور ایک پارٹی سے وفاداری ترک کرنے والوں کو دوسری پارٹی والوں نے ایسی ہی پذیرائی بخشنی ہے اور اپنی پارٹی سے وفاداری رکھنے والوں کو قربان کرنا ہے تو پھر پارٹی سسٹم چہ معنی دارد، نیرنگیٔ سیاست ہے جناب چیئرمین! کہ پہلے عزت و احترام ان لوگوں کو ملا کرتا تھا جن کی پارٹی سے وابستگی مسلمہ تھی۔ اب سسٹم طریقہ ہے جتنا کوئی پارٹی سے وفاداری نہیں رکھتا ہے جتنا کوئی عوام کے اعتماد کو مجروح کرتا ہے اتنا ہی وہ با اعتماد ہے الیکشن سے کوئی ہار کر آتا ہے وہ ایک اعلیٰ منصب پر فائز ہو جاتا ہے جو وفادار ہے اس کو کوئی پوچھتا نہیں اس کو کوئی گھاس نہیں ڈالتا اور جو سیاسی وابستگی کو مجروح کرکے آتا ہے اس کی چاندی اور اس کے وارے نیارے ہیں۔ سبحان اللہ۔

جناب صدر محترم نے قانون سازی کی طرف بجا طور پر توجہ دلائی ہے کہ ایک سال کے عرصے میں ہزاروں روپے تنخواہ لے کر لاکھوں کروڑوں روپے کے اخراجات کرکے قانون سازی ہم نے نہیں کی ہے سوائے قانون سازی کے ہم نے سب کچھ کیا ہے پوائنٹ آف آرڈر اور point of privileges ہم نے اٹھا اٹھا کر وقت کا ضیاع کیا اور سچی بات ہے میں بطور عالم علی کے شرمسار ہوں اور نادم ہوں اور میں سمجھتا ہوں لعنت ہے میری یہاں اس موجودگی پر۔ جہاں صدر مملکت یہ کہیں کہ ایک سال کے عرصے میں میں نے قانون سازی میں کوئی حصہ نہیں لیا شریعت آرڈیننس پر سینٹ کی جو کمیٹی بنی تھی اس سینٹ کے مقدس ادارہ میں بطور ممبر مجھے نامزد کیا گیا تھا ایک مرتبہ جب میں گھر سے چلنے لگا تو میں

[Mr. Alam Ali Lalcka]

نے ایک دوست کو بتایا کہ ہماری سینیٹ کی سٹینڈنگ کمیٹی شریعت آرڈیننس پر منعقد ہو رہی ہے اس میں مجھے جانا ہے گو اس وقت سیشن نہیں تھا تو میرے وہ دوست کہنے لگے کہ تم شریعت کے متعلق کیا جانتے ہو شریعت بل پر تمہاری contribution کیا ہو سکتی ہے اس میں تم کیا مشورہ دے سکتے ہو میں نے کہا کہ میرا ایک طرز عمل ہے میں اس کمیٹی کا کورم پورا کرنے میں ممد و معاون بن سکتا ہوں اگر میں اور کچھ نہیں کر سکتا لیکن اگر میری وجہ سے کمیٹی کا کورم شارٹ ہو جائے تو میں اپنے آپ کو مجرم سمجھوں گا۔

جناب والا! مرکز اور صوبوں کے اختلافات محل نظر ہیں گو پاکستان کی تاریخ میں شاید پہلی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ مرکز اور صوبوں میں دو مختلف پارٹیوں کو لوگوں نے منتخب کیا ہے لیکن بین الاقوامی سیاست میں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ہمارے ہمسایہ ملک ہندوستان میں اگر دیکھیں تو یہ کوئی عجیب تجربہ نہیں ہے اس کے لیے ضرب المثل مشہور ہے کہ جو گی جوگی لڑیں انعمان چیلڑ کا بھی

مرکز والو! بھئی صوبے والو! عوام نے کیا گناہ کیا ہے اگر انہوں نے آپ کو مرکز میں منتخب کیا ہے اور آئی جے آئی والوں کو صوبے میں منتخب کیا ہے کسی اور پارٹی کو کسی اور صوبے میں منتخب کیا ہے تو آپ لوگ آپس میں رواداری کا مظاہرہ کیوں نہیں کر سکتے ہیں یا تو ٹکرائیے اور مر جائیے یا کشمکش چھوڑ دیجئے لوگوں میں frustration پیدا ہو رہی ہے۔ جناب والا! چینوٹ کا جو واقعہ ہے جہاں سات پولیس والوں کو عوام نے جیسے چوہوں کو چوہے دان میں پکڑ کر دبوچ لیتے ہیں اس طرح سے ان کو linch کیا ہے یہ عوام کی frustration کا مظاہرہ ہے لوگ پریشان ہیں لوگوں کو اس سے کچھ غرض نہیں ہے کہ کون کس پارٹی میں ہے کون حکومت کرتا ہے اور کون نہیں کرتا ہے ان کو اپنے بنیادی مسائل کا حل چاہیئے ان کو ایسا معاشرہ چاہیئے جس میں ان کو انصاف مہیا ہو۔ جناب والا! مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ ہمارے آئین میں پانچ chapters آرٹیکل ۱۴۵ سے ۱۷۰ تک مختص کر دیئے گئے ہیں صوبوں اور مرکز کے تعلقات کے معاملات میں۔ اب میں حیران ہوں اس آئیٹم کی تحریر انگلش میں بھی ہے اردو میں بھی ہے اگر اردو اور انگلش میں اس کو کوئی نہیں سمجھ پاتا ہے تو اس کا ترجمہ بلوچی سندھی پنجابی اور پشتو میں کرایا جائے یا اس کو سمجھانے کا کوئی طریقہ ایجاد کیا جائے جہاں پانچ chapters موجود ہیں ۱۴۵ سے ۱۷۰ تک آرٹیکلز موجود ہیں صوبوں اور مرکز کے باہمی تعلقات کی ایڈمنسٹریشن کے لیئے تو پھر کیوں یہ معاملات نمٹ نہیں سکتے کیوں یہ حل ہو نہیں سکتے اب اس کے منطقی نتائج ذرا دیکھ لیجئے کہ مرکز نے

Federal Consolidated Fund سے ان صوبہ جات کو جہاں ان کی پارٹی کی حکومت نہیں ترقیاتی فنڈ دینے سے انکار کیا۔ سالانہ ترقیاتی فنڈ کو انہوں نے پیپلز پروگرام کی صورت میں اپنے ہاتھ میں رکھنے کی تدبیر سوچی زکوٰۃ فنڈ کو منی بل قرار دے کر اپنے ہاتھ میں رکھنے کی کاوش کی۔ اب پنجاب نے آہ و بکا کرنے کے بعد اس کے حل کی ایک صورت سوچی۔ پنجاب بنک کا قیام ۔۔۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ میری بڑی ناقص عقل ہے، میری سوچ بڑی محدود ہے، میں کبھی بھی یونین کونسل کا ممبر بھی منتخب نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ نے جب عزت دی تو پہلی مرتبہ ہی سینیٹ کا ممبر منتخب ہوا ہوں لیکن میرا سر پھٹتا ہے، جناب والا! اس پنجاب میں، اس پاکستان میں کئی فنانس کمپنیاں قائم ہوئیں کئی بنک تباہ ہوئے۔ کئی بنک دیوالیہ ہوئے کئی فنانس کمپنیاں bankrupt ہوئیں اس سے پاکستان کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑا لیکن جن حالات میں پنجاب بنک قائم ہوا ہے، اس سے مجھے صاف نظر آتا ہے کہ جہاں انہوں نے ان کو Consolidated Fund سے پیسے دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اس پر ہاتھ رکھ دیا ہے کہ ہم خود خرچ کریں گے تو صوبے والوں نے سوچا ہے کہ central revenues کی collection تو ہم نے کرنی ہے تو کیوں نہ پنجاب بنک بنا دیا جائے۔ اب central collection پنجاب بنک میں جائیں گی اور جتنے پیسہ پر ان کا حق بنتا ہوگا وہ خود رکھ لیں گے۔ اور بقایا کے بارے میں کہیں گے کہ بھائی، یہ بچ گیا ہے، یہ آپ لے لیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں، مرکز والے اس پیسے کو demonetize کرنے پر مجبور ہو جائیں گے، اچھا تم تو یہ کرتے ہو تو ہم پیسے کو demonetize کرتے ہیں ان کے لیئے جناب والا! آسان ہے کہ دارو غہ والا میں ٹکسال موجود ہے، وہ کہیں گے کہ ہم اپنا پیسہ چھاپتے ہیں۔

میں اس ہاؤس کے فلور پر بڑے وثوق سے عرض کرتا ہوں کہ یہ بڑی پیشگوئی ہے، کہ خدانخواستہ، خاکم بدہن، اگر اس ملک کی سالمیت کو نقصان پہنچا تو جس طرح سلطنت مغلیہ کے زوال کے اسباب میں کئی چیزیں آتی ہیں، پنجاب بنک کا قیام بھی ایسے اسباب میں ایک سبب شمار ہوگا۔

اب ٹی وی کے معاملہ کو دیکھ لیجئے، الیکٹرانک میڈیا پر بھی جو کہ مرکز کے تحت ہے کس قسم کے پراپیگنڈے ہوتے ہیں، پنجاب میں اگر ایک چوری ہو جاتی ہے، کہیں ڈاکہ پڑ جاتا ہے، کوئی واردات ہو جاتی ہے، تو مدعی کو بلوا کر اس کا انٹرویو یوں نشر کیا جاتا ہے کہ جیسے کوئی بین الاقوامی سازش پکڑی گئی ہو اب کیا ہے کہ "عذر گناہ از بدتر از گناہ" جناب والا! سندھ میں اگر کوئی غلط کاری

[Mr. Alam Ali Lalcka]

ہورہی ہے، کوئی برائی ہورہی ہے، یا وہاں کوئی ظلم وستم ہورہا ہے، یا وہاں کوئی لاقانونیت ہورہی ہے، تو اس کا جواب یہ نہیں ہے کہ پنجاب میں چوری کی وارداتوں کو ٹی وی پر دکھایا جائے یا یہ دکھایا جائے کہ وہاں مانیکا صاحب کے نوکر کو مارا گیا ہے، یا رٹمیں شبیر کا مکان گرا دیا گیا ہے۔ یہ کوئی بین الاقوامی معاملات نہیں ہیں اب ان وجوہات کی بنا پر پنجاب نے ٹی وی کے قیام کا مطالبہ شروع کر دیا ہے ویسے تو آئین میں اپنا ٹی وی اسٹیشن بنا لینا ان کا اپنا حق ہے، لیکن ان حالات میں جس طرح وہ ٹی وی کو استعمال کریں گے، وہ ملکی سالمیت کے لئے مفید نہیں ہوگا۔

اب جناب والا! مرکز اور صوبوں کے اختلافات کو دیکھ لیجئے گا کہ پولیس کا مقابلہ ایف آئی اے سے ہورہا ہے، فرنٹیئر کنسٹیبلری کا استعمال ہورہا ہے، وہ پولیس والوں کو شاباش دیتے ہیں، یہ جاکر رینجرز کو چوکس کر دیتے ہیں، آخر یہ دونوں ہم لوگوں کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہیں حد اور انتہا یہ ہے، جناب میرے کان پھٹتے ہیں جب وزیر اعظم صاحبہ یہ کہتی ہیں کہ سندھ میں تخریب کاری کی ذمہ دار پنجاب حکومت ہے پنجاب کا وزیر اعلیٰ نہیں، پنجاب حکومت سندھ میں تخریب کاری کی ذمہ دار ہے اور وزیر اعظم صاحبہ کا حالیہ بیان ہے کہ سکھوں کو تربیت پنجاب میں دی جارہی ہے اس سے زیادہ وہ کیا کہہ سکتی ہیں، کسی مہذب معاشرے میں کسی کو برا بھلا کہنے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ سکھوں کو تربیت پنجاب میں دی جارہی ہے۔ اور سبحان اللہ، پنجاب کے وزیر اعلیٰ کیا اچھی بات کرتے ہیں۔ کہ مجھے وزیر اعظم پاکستان کی حب الوطنی پر شبہ ہے، اب آپ اندازہ فرمایئے کہ ہم کس کو اچھا کہیں اور کس کو برا کہیں، وہ ان کی حب الوطنی پر شبہ کئے ہوئے ہیں، اور وہ سکھوں کو تخریب کاری کی ترغیب کا الزام دیتے ہیں۔ "سبحان اللہ"

اب اس سلسلے میں جو principle یا guideline ہے وہ بڑی واضح ہے،

زد کیا ہے سر بھی دے دیں مردان باصفا
علم و عمل کا وصف کسی پیر میں بھی ہو

اور اگر میں اسے فارسی میں کہوں تو

پسر زیر تیغ پدر نید گلو
پدر خود در آتش نمرود گری رود

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنے باپ کے سامنے آنکھیں بند کرکے چھری کے نیچے اپنا گلہ پیش کرنے کی ہمت اور شوق تبھی پیدا ہوا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حکم پر آگ میں چھلانگ لگا دینے کو اپنی بقا سمجھا۔

جناب والا! جمہوریت کے سائے میں امن و امان کی صورت حال کے بارے میں عرض کرتا ہوں کہ ایک عام آدمی جمہوریت کی فلسفیانہ قدر و قیمت یا نظریاتی حسن و جمال سے زیادہ جمہوریت کی عملی افادیت سے دلچسپی رکھتا ہے۔ عام آدمی کا اس سے تعلق نہیں ہے کہ اس کی فلسفیانہ قدر و قیمت کیا ہے، اس کا نظریاتی حسن و جمال کیا ہے اس کو اپنے بنیادی حقوق کا تحفظ چاہیئے، اسے معاشرتی انصاف چاہیئے، اسے عزت و نفس چاہیئے، اسے ترقی کے مواقع میسر آنے چاہیئیں اسے مسائل میں شرکت کا احساس چاہیئے، یہ جناب صدر صاحب کے الفاظ ہیں کہ بدامنی، تشدد اور لاقانونیت نے خوف و ہراس پیدا کر رکھا ہے کہ ذاتی تحفظ کی پریشان کن فکر نے ان علاقوں کی حد تک قوم کی تعمیری صلاحیتوں کو مفلوج کرکے رکھ دیا ہے ---

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ، لالیکا صاحب، اب آپ wind up کریں۔

میاں عالم علی لالیکا: جناب والا! میں بڑا مختصر عرض کروں گا۔ میرے دل میں بہت دیر سے کچھ ابال تھا، جو نکل جائے گا تو میں کچھ ہلکا محسوس کروں گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میرے خیال میں کافی نکل گیا ہے۔

میاں عالم علی لالیکا: جناب والا! جمہوری نمائندگان کے طرز عمل کے بارے میں جناب صدر

Mr. Hasan A. Shaikh: Point of order Mr. Chairman.

Mr. Deputy Chairman: Yes Hasan Hasan A. Shaikh Sahib.

Mr. Hasan A. Shaikh: If the Ministers are all absent, is it necessary to continue this speech? You can adjourn till they come back, and when they are pleased to come to this House you can restart.

Mr. Deputy Chairman: Thank you Shaikh Sahib but we have got three Ministers. You may call them half Ministers but we have got here three State Ministers, you know.

(Interruption)

Mr. Deputy Chairman: Let Laleka Sahib wind up his speech.

میاں عالم علی لالیکا: جناب والا! جناب شیخ حسن صاحب کی تجویز سے مجھے سو فیصد اتفاق ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ بھڑاس نکال لیں، وہ ایسی بات نہیں کریں گے۔

میاں عالم علی لالیکا: مجھے وزراء صاحبان کی موجودگی اور غیر موجودگی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جناب وزراء بیٹھے ہوئے ہیں، جناب جاوید جبار صاحب ہیں ڈاکٹر شیر افگن خان صاحب ہیں۔

میاں عالم علی لالیکا: کیونکہ ان پر کسی بات کا اثر ہونا ممکن نہیں اور یہ ہمارے معاشرتی بھائی ہیں، ان کو ان سب باتوں کا علم ہے۔ کچھ حدود و قیود ہیں جن میں وہ بندھے پڑے ہیں، مجھے تو قوم کو سنانا ہے، مجھے تو عوام الناس کو سنانا ہے کہ میرے جذبات کیا ہیں، جناب والا پارلیمنٹ مقدس ترین ادارہ ہے لیکن مقدس تو عوام ہیں اب اس میں صدر صاحب نے بجا طور پر فرمایا ہے کہ عوام نے اللہ تعالیٰ کی نیابت کا حق اپنے نمائندوں کے ذریعہ امانت کے طور پر ایوان کے سپرد کیا ہے، اس امانت پر تصرف امانت دار کا عارضی حق ہے، اگر کوئی عوام سے ملے ہوئے مینڈیٹ کو عوام کی خواہشات کے خلاف استعمال کرتا ہے تو وہ بدترین خیانت کا مرتکب ہوتا ہے، خیانت خدا کے نزدیک ظلم عظیم ہے اور خدا ظلم کو زیادہ دیر تک برداشت نہیں کرتا میں اس میں حدیث نبوی عرض کرتا ہوں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس میں امانت داری نہیں، اس میں ایمان نہیں اور جس میں عہد کی پابندی نہیں، اس میں دین نہیں۔

گر ہمیں مکتب ہمیں ملا ہمیں مسجد کار طفلاں تمام خواہد شد۔

نمائندگی کے لئے جناب والا! میری تجویز ہے کہ کچھ معاشرتی، علمی اور ادبی معیار مقرر ہونا چاہیے اب کیا بتاؤں کیسے کیسے لوگ منتخب ہو جاتے ہیں اب مجھے کوئی حق نہیں کہ میں مرکز میں کسی آدمی سے ہرڑہ سرائی کروں، میں نے پنجاب کے بارے میں آج ہی اخبار کی ایک خبر میں پڑھا ہے کہ صوبائی اسمبلی کے ایک ممبر اسلحہ کی سمگلنگ کرتے ہوئے فرنٹیئر میں پکڑے گئے اور ایک نہیں، ہزاروں مجھ سے زیادہ بدمعاش لوگ صوبائی اسمبلی میں پہنچ جاتے ہیں تو اہلیت کا کیا معیار مقرر ہے؟

قرآن کریم کی سورت حجرات میں تو بالکل معیار مقرر ہے۔ کہ بے شک تم میں سے عزت والا وہ ہے جو متقی اور پرہیزگار ہے لیکن یہاں قومی اور صوبائی اسمبلی کا ممبر منتخب ہونے کے لئے کوئی معاشرتی اور اخلاقی معیار مقرر ہی نہیں۔ جناب والا! ایسے ممبران صوبائی اسمبلی، پنجاب میں ہیں جن کے خلاف، بیاسی مقدمات ہیں۔ on record ، اور ان میں سے ۸/ ۱۰ مقدمات ایسے ہیں جو خلافِ وضع فطری فعل کے ہیں۔ اس سے بدتر کیا صورت ہو سکتی ہے جناب والا! ایسے مقدس ایوانوں میں آنے کے لئے کوئی واجبی معیار مقرر نہ ہو۔ کوئی ان کا علمی معیار مقرر نہ ہو کیوں۔ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ سینیٹ میں کوئی آدمی پچاس سال سے کم عمر کا آنا ہی نہیں چاہیئے۔ یہاں غور و فکر کی ضرورت ہے ضلع کونسل میں کوئی آدمی ۲۵ سال سے کم کا نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ development کا کام ہوتا ہے۔۔۔ اب اس میں مجھے حافظ حسین احمد صاحب کی تحریک عدم اعتماد کے وقت کی بات یاد آ گئی ہے جب ہارس ٹریڈنگ اور پولیٹیکل سٹاک ایکسچینج چل رہی تھی اور مرکز والے اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لئے سارے ملک کے وسائل کو داؤ پر لگائے ہوئے تھے۔ اور پنجاب والے مرکز کی حکومت کو ختم کرنے کے لیئے اپنی سر توڑ کوشش کر رہے تھے۔ حافظ حسین احمد صاحب نے فرمایا تھا کہ اغوا صرف وہی لوگ ہوتے ہیں جو اغوا ہونا چاہتے ہیں۔ مجھے کوئی اغوا کیوں نہیں کر لیتا۔ جناب حقیقی جمہوریت کا تقاضا یہی ہے کہ سیاسی وفاداری بشرط استواری ہونی چاہیئے۔

جناب والا! سلمان رشدی کی کتاب پہ مظاہرہ ہوا۔ کچھ لوگوں نے جام شہادت نوش کیا۔ میں استدعا کرتا ہوں کہ اس کی انکوائری رپورٹ یہاں پیش کرنی چاہیئے۔ جنرل ضیاء الحق صاحب کے طیارے کا حادثہ ہوا، اس حادثے کے حوالے سے انکوائری رپورٹ بھی عوام کے سامنے آنی چاہیئے۔ جناب مرکز اور صوبوں کے اختلاف ختم کرنے کے لیئے میری ایک مثبت تجویز ہے میری عقل کے مطابق مثبت ہو سکتی ہے اور دوستوں کی سمجھ کے مطابق وہ قابلِ نفرت اور قابلِ مذمت بھی ہو سکتی ہے اس وقت تیس (۳۰) یا چالیس (۴۰) ممبران قومی اور صوبائی اسمبلی اپنی اپنی پارٹیوں سے وفاداری قائم رکھتے ہوئے ملک کی سالمیت کو اولین ترجیح دیتے ہوئے اگر ایک گروپ بنا لیتے ہیں۔ جن کا مقصد ملک کی سالمیت اولین مقصد ہو، وفاداری ان کی اپنی پارٹیوں سے رہے ان سے بہتر کوئی ہو سکتا ہے اُن سے بہتر کوئی حاکم نہیں ہو سکتا جہاں بے نظیر صاحبہ کا کوئی اقدام ملک کی سالمیت کے خلاف ہو انہی کی اپنی پارٹی کے

[Mr. Alam Ali Laleka]

ممبر بشمول دوسروں کے ان کو آنکھیں دکھا سکتے ہیں کہ ہم آپ کو ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ اور جہاں پنجاب کے وزیر اعلیٰ صاحب کا کوئی قدم ملکی سالمیت کے خلاف ہو ان کو بھی کہہ سکتے ہیں کہ آپ کا یہ عمل اچھا نہیں۔ اب ایسے گروپ کی ضرورت ہے جس میں تمام پارٹیوں کے لوگ شامل ہوں اور ان کے پیش نظر صرف ایک ہی بات ہو کہ اس ملک کو ہم نے ہر صورت میں زندہ رکھنا ہے۔

جناب والا! یہ بڑا حسین خطہ ہے۔ اس ملک میں تمام ضروریات میسر ہیں ہر قسم کے موسم میسر ہیں ہر قسم کی جغرافیائی terrain موجود ہے دریا موجود ہیں۔ سمندر ہیں، پہاڑ ہیں، دشت و صحرا ہیں، ہر قسم کا میوہ اور اجناس موجود ہیں۔ اور کیا چاہیئے ---------

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ لالیکا صاحب، یہ آپ کی بہت ہی اچھی تجویز تھی اگر اسی پر تقریر ختم ہو تو میرا خیال ہے یہ ------

میاں عالم علی لالیکا: نہیں جناب والا! کچھ مجھے موقع دے دیجیئے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نہیں I am sorry میں نے آپ ایک بزرگ منٹو صاحب کو بٹھایا ہوا ہے وہ کچھ فرمانا چاہتے ہیں۔

میاں عالم علی لالیکا: جناب والا! مجھے کچھ ضروری گزارشات کرنی ہیں اس لئے وقت چاہیئے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: پھر یا تو آپ relevant portion پہ آئیں لالیکا صاحب! بعض باتوں میں repetition ہو رہی ہے ------

میاں عالم علی لالیکا: جناب والا! میرے مقصد کی بات تو بعد میں ہے اب میں ایک اور عرض کروں گا کہ حکومت کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو احتساب کے لئے پیش کرے۔ تاکہ Mr. ten percent Mr. hundred percent جہازوں کا سکینڈل، رائس ایکسپورٹ میں فرو برو کا سکینڈل، ان باتوں کی تحقیقات کروا کر حکومت سرخرو ہو سکتی ہے۔ صوبائی یا مرکزی حکومت ہو۔

جناب والا! سب سے اہم چیز جس پر میرا سر فخر سے بلند بھی ہے اور میں خون کے آنسو بھی روتا ہوں جناب صدر فہم نے فرمایا کہ معاشی ترقی کی شرح نمو گذشتہ برس کے مقابلے میں کم رہی۔ جس کی بنیادی وجہ صنعتی پیداوار میں غیر معمولی حد تک کمی تھی۔ جس نے زرعی شعبے کی کارکردگی میں حوصلہ افزا بہتری کے اثرات کو بھی زائل کر دیا۔ ہماری کاوش کو ان صنعت کاروں نے اپنی صنعتی حرص کی وجہ سے زائل کیا ہے۔ جناب والا!

صنعت کاری کے لئے سرمایہ کاری کے لیے، ہاں کی ضرورت ہے افراد اور سہولتوں کی ضرورت ہے سرمائے کی ضرورت ہے لیکن زراعت کے لیے کاشتکاروں کے لیے صرف ایک چیز کی ضرورت ہے وہ ہے کہ ہم لوگوں کے جائز مطالبات پر حکومت کان دھرے۔ اور اس پر عمل کرے۔ زراعت کے ہمارے جو out puts ہیں اس کا ریٹ تو ملکی لیول پر مقرر ہو، ملکی قیمت ہو۔۔۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: قاضی صاحب نے میرے خیال سے اچھی خاصی وکالت کردی ہے۔۔۔

جناب عالم علی لالیکا: جناب والا! انہوں نے کی، لیکن میں بھی زراعت پیشہ ہوتے ہوئے جتنی بار دہراؤں گا خلیہ ایک بار بھی اسکا اثر حکومتی ایوان پر نہ ہو کہ ہمارے inputs ڈیزل فرٹیلائیزز، tractors , insecticides پرزہ جات جو کچھ بھی ہمیں ملتا ہے وہ بین الاقوامی نرخوں پر ملتا ہے آخر کب تک ہم اس پیشے سے منسلک رہیں گے۔ کہ چیزوں کو تو خریدیں بین الاقوامی ریٹ پر، اور بیچیں قومی نرخوں پر، اور کمائے اس سے حکومت، قاضی صاحب نے ٹھیک فرمایا کہ سو کروڑ روپیہ حکومت کاٹن ایکسپورٹ سے حاصل کرے گی اور شاید اس سے کچھ کم و بیش ٹریکٹروں کی excise duty کی صورت میں حاصل کرے گی۔ ہم تو دونوں طرف سے مرتے ہیں۔ خربوزہ چھری کے اوپر یا چھری خربوزے پر گرے بات ایک ہی ہے۔

اب جناب والا! تین فیصد شرح پر قرض کی سہولت میسر ہے۔ اس سلسلے میں، میں نے پہلی سینیٹ کے فلور پر ایک پوائنٹ اٹھایا تھا کہ ملکی تیار شدہ مشینری پر زراعت پیشہ لوگوں کو بھی تین فیصد سود کی شرح سے وہ سہولت ملنی چاہیئے۔ وزیر خزانہ موجود نہیں ہیں انہوں نے مجھے فرمایا تھا کہ ہم نے اس مقصد کے لئے قائم کی ہیں وہ جو easy instalment co-operative Socities پہ قرض دیتی ہیں اُن سے آپ استفادہ کریں۔ میں نے جب مذکورہ سوسائٹی والوں سے رابطہ کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں ہدایات یہ آئی ہیں کہ پہلے ہم گیارہ فیصد پر آپ کو سود دیتے تھے اب تیرہ فیصد پر دیں گے۔ اب جناب والا! میں یہ سن کر حیران ہوگیا خدا گواہ ہے کچھ کرنے کو جی چاہتا ہے لیکن اگر اس ملک میں رہنا ہے تو کر بھی کیا سکتے ہیں کہ کسی نے تو پانچ ارب لے لیا ۲ فیصد کی سود پر، اور کسی سات ارب لے لیا اور ہم ہیں کہ بیچارے روتے پھرتے ہیں ایک cultivator لینے کو، ایک تھریشر یا ہارویسٹر وغیرہ لینے کو ترس جاتے ہیں ہمارے پاس وسائل موجود نہیں ہوتے۔

[Mr. Alam Ali Lalcka]

جناب والا ایک کہاوت ہے کہ جس گاؤں میں زبان زیادہ چلتی ہے وہاں ہل کم چلتا ہے جہاں پنچایت زیادہ ہوتی ہے وہاں نفل کم بوئی جاتی ہے جہاں قرض زیادہ لیا جاتا ہے وہاں مویشی کم ہو جاتے ہیں ۔ جناب والا دیہات بنیادی سہولتوں کو ترس رہے ہیں آپ خود زراعت سے تعلق رکھتے ہیں ۔ آپ کو بھی معلوم ہے شہر میں جو سہولتیں خاکروب کو میسر ہیں وہ دیہات میں ہمیں انعام و اکرام کے طور پر دی جاتی ہیں ۔ شہر کے خاکروب کو فلٹر کیا ہوا پانی میسر ہے جبکہ ہمیں فلٹریشن پلانٹ انعام و اکرام کے طور پر عنایت کیا جاتا ہے ۔ کیا جرم ہے ہمارا کہ ہم ان کے لیئے گندم پیدا کر کے ان کو کھلاتے ہیں ۔ کیا ہمارے ساتھ یہی سلوک ہونا چاہیئے ۔ کب تک ہم اس پیشے سے منسلک رہیں گے ۔

جناب والا! آخر میں، میں منتخب نمائندگانِ اسمبلی سے خواہ وہ پیپلز پارٹی سے منسلک ہوں یا آئی جے آئی سے تعلق رکھتے ہوں ، جماعت اسلامی سے متعلق ہوں ، جمعیت علمائے پاکستان یا جمعیت علمائے اسلام سے متعلق ہوں ۔ پی ڈی پی سے یا ایم پی سے ، کہ جناب صدر ذی وقار کی تقریر وہ آئینہ ہے جس نے نہ صرف ہماری ظاہری شکل ہمارے سامنے رکھ دی ہے بلکہ ہمارا باطن کو بھی ہم پر آشکار کر دیا ہے ۔ جناب والا! یہ پڑھنے کی چیز ہے اسے بار بار پڑھنا چاہیئے ۔ "ہے دیکھنے کی چیز اسے بار بار دیکھ"

گل کریا نہ کر تیرا خدا خود حافظ ہے
دشمن اگر قوی است ، نگہبان قوی تر است

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ جناب ۔ جی حسین بخش بنگلزئی صاحب ۔

میر حسین بخش بنگلزئی: اگر آپ مہربانی کر کے مجھے صرف دو منٹ دے دیں ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: کس سلسلے میں بنگلزئی صاحب ؟

میر حسین بخش بنگلزئی: میں جی ایک تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ معمولی سی ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: وہ رولز میں دیکھنا پڑے گا کہ during the debate on the President's Addres ہو بھی سکتا ہے یا نہیں ۔

میر حسین بخش بنگلزئی: بالکل یہ اس سے متعلق بات ہے جناب ۔ گذارش صرف یہ جی کہ جب بھی Presidential Address پر debate ہو یا کوئی بھی national

issue زیر بحث ہو یہ مہربانی ضرور ہو کہ تمام مقررین کو مناسب اور برابر وقت دیا جائے۔ کیونکہ میں معزز رکن کو interrupt کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے مقررین کی لسٹ کے مطابق اور جتنا وقت ایوان نے ان کے لیئے رکھا ہے اس کو مساوی تقسیم کرکے ہر مقرر کو اتنا ہی وقت ملنا چاہیئے جتنا حق کو ملا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ بنگلزئی صاحب۔ آپ کا فرمانا بالکل صحیح ہے لیکن چونکہ ہاؤس میں tradition بنائی گئی ہے۔ ہم نے کبھی رولز کو بہت strictly follow نہیں کیا۔ رولز میں prescribed ہے کہ چیئرمین time فکس کر سکتا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ بسا اوقات یہ ہے کہ بعض ممبر صاحبان کی عادت ہے جیسے آپ خود بھی بڑی precise اور specific بات کرتے ہیں لیکن بعض ممبر صاحبان ذرا بات کی تمہید بھی بناتے ہیں۔ جیسے ہاؤس کی sense ہو آئندہ Chair تو اسی حساب سے چلے گی جس میں سارے ممبر خوش ہوں۔ اور جس طرح آپ فرمائیں گے ویسے ہوتا رہے گا۔ ڈاکٹر صاحب میں نے منٹو صاحب کو روکا تھا وہ باہر تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ منٹو صاحب کے بعد فرمایئے گا۔ محمود احمد منٹو صاحب تقریر فرمائیں۔

جناب محمود احمد منٹو: جناب چیئرمین۔ کیا آپ نے وعدہ فرمالیا؟ مجھے کچھ بتائیں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ منٹو صاحب سے وعدہ کیا ہے۔ کیا وعدہ کیا ہے؟

جناب ڈپٹی چیئرمین: میں نے کہا کہ آپ کچھ فرمانا چاہتے ہیں صدر صاحب کے اس خطاب پر۔

جناب محمود احمد منٹو: ایسی اچھی اچھی باتیں ہو رہی تھیں اور اتنی لمبی فصیح و بلیغ تقریریں ہو رہی تھیں کہ میں نے سمجھا کہ شاید کوئی ضرورت نہیں ہے اس پر بات کرنے کی۔ اگر آپ کسی اور کو وقت دے دیتے تو بہت اچھا تھا۔ اگر آپ نے مجھ پر مہربانی فرما ہی دی ہے تو مہربانی فرما کر وہ بات نہ کریں کہ جب بھی میرا نام آتا ہے اس وقت، وقت کی قید لگ جاتی ہے وقت کی قید اس لیے لگ جاتی ہے کہ میری عادت ہے کہ میں آپ کا حکم مان لیتا ہوں، جلدی بیٹھ جاتا ہوں۔ لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ میں نے اپنے فاضل دوستوں کو دیکھا ہے۔۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میں معافی چاہتا ہوں اگر آپ کی بارے پر یہ بات ہو گئی ہے۔ بہرحال

[Mr. Deputy Chairman]

اب جو فرمانا چاہتے ہیں بالکل فرمالیں۔

جناب محمود احمد مٹو: مجھے وقت کا بھی احساس ہے اور جو باتیں کہی گئی ہیں ان کا بھی احساس ہے۔ میں تو دو تین منٹ میں اپنی باتیں ختم کروں گا۔ میرا رد ئے سخن شروع میں اپنے فاضل دوست جناب ڈاکٹر صاحب کی طرف ہے۔ انہوں نے اس debate کے شروع میں فرمایا تھا کہ پریذیڈنٹ نے بڑا اچھا کیا ہے کہ ہم نے جو تقریر لکھ کر بھیجی تھی وہی پڑھ دی ہے۔ اور مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی۔ میں نے کہا کہ واہ، پریذیڈنٹ نے بھی اچھا کام کیا ہے کہ جو کچھ لکھ کر انہوں نے بھیجا اسے انہوں نے پڑھ دیا۔ لیکن سچ پوچھئے مجھے یہ معلوم ہوا کہ اگر یہ بات واقعی سچ ہے کہ پیپلز پارٹی کے لوگوں نے جو تقریر لکھ کر صدر صاحب کو بھیجی انہوں نے وہی پڑھ دی ہے تو پیپلز پارٹی کو کچھ نہ کچھ تو شرم آگئی ہوگی۔ کیونکہ اس کا تین چوتھائی حصہ جیسا کہ آپ نے دیکھا ہے

is a very sad commentry, very sad commentry on the working of the Peoples Party in the Assembly and in the government.

اگر وہ ساری باتیں سمجھ گئے ہیں اور ان کے دل سے ہی اٹھی ہیں اور وہاں (تقریر میں) انہوں نے بیان کر دی ہیں تو پھر ان کو اچھی طرح سے اپنی خامیوں کا احساس ہونا چاہیئے اور ہوگا۔ اگر ان کو واقعی احساس ہے اور ان کو پتہ ہے کہ ہم میں یہ خامیاں موجود ہیں تو پھر ہمیں کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر تو صرف پاکستان کو چلانے کا سوال ہے۔ اور وہ اپنی کوتاہیوں کو جانتے ہوئے بھی اگر ان میں پڑے ہوئے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ان میں شرم نہیں ہے۔ اور اگر شرم ہے تو ان کو درست کرنے کے لئے کوشش کریں تو یہ بھی بڑی خوش آئیند بات ہے۔ اس لیے زیادہ لمبی باتیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر اب ہمارے جو بھی دوست تقریر کرنے کے لیئے کھڑے ہوتے ہیں انہوں نے اپنے طریقے سے کچھ باتیں بیان کر دی ہیں۔ مگر سب سے دلفگار چیز جو ہے وہ ہے آپس کی لڑائی۔ (صوبوں اور سینٹر کی)۔ سب سے زیادہ تکلیف دہ اور دل کو پھاڑنے والی بات۔ مگر اس میں بھی اگر ڈاکٹر شیر افگن خان صاحب غور فرمائیں تو اس کا بھی حل وہ ڈھونڈ لیتے۔ کم از کم کسی پر الزام تو لگا سکتے کہ فلاں شخص کر رہا ہے We would have taken him to task کہ بھئی کیا کیا ہے؟ یہ کیوں کر رہے ہو؟ لیکن مگر یہ کہنا چاہئے، جیسا کہ میرے فاضل دوست نے ابھی کہا کہ صاحب یہ جو بینک بنا ہے، پنجاب بینک۔ یہ بہت خراب چیز ہے۔ شاید یہ بات پاکستان کو توڑے گی ساتھ یہ کہا ہے کہ یہ ایک مجبوری سے

پنجاب والوں نے بینک بنایا ہے۔ اس لیے کہ مرکزی حکومت نے ان کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ یہ بنائیں۔ اب اگر مرکز بھی کسی صوبے کو مجبور کر دے محض ضد کی خاطر، محض اس کے وسائل پر قبضہ کرنے کی خاطر، یا اس کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنے کی خاطر تو میں سمجھتا ہوں اگر چہ ہے وہ بھی بڑی چیز، ان چیزوں میں بھی صبر کرنا چاہیئے۔ لیکن اگر کسی نے بنا لیا ہے تو اس کی ذمہ داری کس پر جاتی ہے؟ یہ میرے فاضل دوست نے نہیں بتایا۔ اگر کوئی اور ایسا شخص جو حاکم اعلیٰ ہے مرکزی حکومت کا جو اپنے ہاتھ میں تمام اختیارات رکھتا ہے اگر وہ ایک صوبے کو اپنے عمل سے، اپنی کارروائی سے اس بات پر مجبور کر دیتا ہے تو اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں رہتا کہ وہ اپنے آپ کو بچانا چاہتا ہے۔ پاکستان ٹوٹے یا نہ ٹوٹے۔ اگر اس سے پاکستان ٹوٹتا ہے یا اس کو نقصان پہنچتا ہے تو اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟ براہ کرم جب ہم لوگ کسی پر تنقید کریں تو کم از کم پاکستان کے متعلق سوچنا چاہیئے اور یہ کہ اُس کی ذمہ داری کسی پر ڈالنی ہے یعنی کون اس کا ذمہ دار ہے۔ پھر اس کو ہاتھ جوڑ کر یہ کہنا چاہیئے کہ آپ بہت بڑے حاکم ہیں مگر یہ ذمہ داری جو آپ پر عائد ہوتی ہے اس کو نبھانے کے لیئے کچھ شرافت کا ثبوت بھی دیں۔

اب ٹیلی ویژن کے متعلق میرے دوست نے فرمایا مگر ٹیلی ویژن کے متعلق یہ ہے کہ The less said about it the better it is ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ ایک چار آنے کا عمال سینٹرل گورنمنٹ کا کہیں جلسہ کرے یا کہیں اونچا سانس لیتا ہے تو وہ بھی ٹیلی ویژن پر آجاتا ہے۔ کمال کر دیا اس نے دیکھئے صاحب۔ اور جو لاکھوں کا جلسہ ہوتا ہے جس میں وزیر یا وزیر اعلیٰ یا دوسرے صوبے کے لوگ یا کوئی ان کی پارٹی کے خلاف لوگ کوئی بات کرتے ہیں تو اس کو یوں دکھا دیتے ہیں جیسے ہوا کا ایک جھونکا آیا ہے اور ختم۔ ایک کو نہ دکھا دیتے ہیں۔ اب یہ کون انہیں مجبور کر رہے ہیں کہ وہ ٹیلی ویژن کا مطالبہ کریں خدا کے واسطے انصاف کیجیئے۔ انصاف کیجیئے۔ اور خدا کے لیے پاکستان کے متعلق سوچیں۔ پیپلز پارٹی کے متعلق مت سوچیئے۔ کسی ایک شخص کے جو وزیر اعظم بنا بیٹھا ہے متعلق مت سوچیئے کہ اس کو وہاں رکھنا ہے یا نہیں رکھنا ہے۔ یہ سوچیئے کہ پاکستان اس طریقے سے رہے گا یا نہیں رہے گا۔ اس لیے اگر آپ نہیں دکھانا چاہتے تو نہ دکھائیں سب لوگوں کو نہ دکھائیں۔ لیکن اگر آپ دکھاتے ہیں جیسا کہ بلا بلا یہاں کہاں گیا ہے کہ ہم نے ۱۷ دن یا ۲۵ دن میں یہ معرکہ سر کر دیا ہے اور ہم نے ٹیلی ویژن پر یہ تمام چیزیں دکھانی شروع کر دی ہیں اور اپوزیشن کو بھی موقع دیا ہے۔ اپوزیشن کو موقع آپ نے دیا ہے، ازراہ کرم compare کر لیجیئے اس چیز کے ساتھ جو

[Mr. Mahmood Ahmed Minto]

آپ اپنے متعلق دکھا رہے ہیں اور جو دوسروں کے متعلق دکھا رہے ہیں اور اگر آپ کو ایک بطور منصف مزاج آدمی کے بطور ایک محب وطن پاکستانی کے یہ نظر آ جائے کہ نہیں یہ بات قرین انصاف ہے تو اس سے پاکستان کی سالمیت کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ کوئی نزاع پیدا نہیں ہوتا اس سے کوئی struggle پیدا نہیں ہوتی اور یہ بات ٹھیک ہے تو کریں۔ لیکن ہمیں موقع دیں پھر ہم آپ کو بتائیں کہ یہ بات نہیں جو آپ سوچ رہے ہیں یہ غلط طریقے پر آپ سوچ رہے ہیں اس لیے یہ جو ٹیلی ویژن کا معاملہ ہے غلط ہے آج تک کیوں نہیں کسی نے ٹیلی ویژن کا مطالبہ کیا۔ کیونکہ ایسے لوگوں کو مجبور نہیں کر دیا گیا تھا ایسے موقع پیدا نہیں کئے گئے لیکن جب مواقع پیدا کئے جائیں اور لوگوں کو مجبور کر دیا جائے تو پھر اس کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ وہ لوگ اپنے ڈی کا مطالبہ کریں اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ بجائے اس کے کہ صبح اٹھ کر یہ سوچا جائے کہ آج فلاں وزیر اعلیٰ جو پنجاب کا ہے یا کسی اور جگہ کا ہے اس کے متعلق کیا کیا سازش سوچی ہے کون کون یہ کہے گا۔ اب سوچیئے تو سہی کن کن لوگوں کو لا کر کہا جاتا ہے ۱۲ دن کے اندر اس کا جنازہ بھی نہیں ملے گا۔ اوہ خدایا! ۱۲ دن کے اندر فلاں کا جنازہ بھی نہیں ملے گا، یہ سیاست ہے! اور اس کام کے لیے ایک خاص آدمی لایا جاتا ہے جس کو پنجاب کا بہت بڑا لیڈر بنایا جا رہا ہے اور توقع یہ کی جاتی ہے کہ پنجاب میں کوئی بات ایسی نہ کرے یہ ناممکن ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے وہ کہتے ہیں نہ کہ جب چیونٹی پر بھی کوئی پیر رکھتا ہے تو وہ بھی نیچے سے کاٹتی ہے چیونٹی ہوتی ہے وہ بھی نیچے سے کاٹتی ہے اب ایک آدمی کو جب بتائیں گے کہ ۱۲ دن کے اندر تمہارا جنازہ نکل جائے گا تمہیں رونے والا کوئی نہیں ہوگا تمہیں پوچھنے والا کوئی نہیں ہوگا تو وہ گم سم بیٹھا رہے کیوں؟ یہ حمیت کے خلاف ہے آپ سمجھیں گے کہ انسانی فطرت اس کی متقاضی ہے کہ وہ ایسا کرے گا اس کے دوست یا وہ خود یا کوئی اور۔۔ اس کو بھی ہم سراہتے نہیں ہیں مگر وہ کہے گا اچھا اس نے فلاں فلاں بات کی ہے اور پھر کہتے ہیں کہ دیکھیئے جی بد چلنی کا الزام لگا دیا۔ جی بڑے خراب ہیں بڑی بدزبانی کرتے ہیں۔ مجبور ان کو کون کرتا ہے ایسا کرنے کے لیئے اور کسی کے خلاف بد چلنی کے الزامات ہیں اور بلندے کے پلندے ہیں عدالتوں میں اور اب بھی جھگڑے موجود ہیں اور اس کے اپنے رشتہ دار کر رہے ہیں تو وہ وہی پھیلائے گا جس کو یہ ہوگا کہ بھئی صلح و آشتی چاہیئے کسی کی کوئی بات ظاہر نہ کرو لیکن جب آپس میں ایک دوسرے کے خلاف گالی گلوچ تک نوبت پہنچ جاتی ہے تو لوگ یہ کرتے ہیں اور کرنے کا ذمہ دار وہ ہوتا ہے جو ایسے مواقع پیدا کرتا ہے

اگر ایسے مواقع پیدا نہ کئے جائیں۔۔۔

وزیراعظم پاکستان محض اس لیے کہ وہ ایک خاتون ہیں میرے دل میں ان کی بہت بڑی عزت ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ انسان ہی نہیں ہے مسلمان تو اس نے کیا ہونا ہے جو ایک خاتون کی عزت نہ کرے محض خاتون ہونے کے خیال سے کوئی ہلکی بات، خراب بات ان کی شان کے خلاف بات میں سن سکتا ہوں اور نہ کہہ سکتا ہوں لیکن بطور سیاستدان کے اور بطور وزیراعظم کے جو ان کی کارروائیاں سیاسی ہیں ان کے متعلق تنقید کرنا میرا پورا حق ہے اور وہ اگر سیاسی میدان میں آتی ہیں اور وزیراعظم بنتی ہیں تو انہیں دل کشادہ کر کے وہ تمام باتیں سننے کا حوصلہ بھی پیدا کرنا چاہیئے اور ڈاکٹر شیر افگن صاحب بھی ان کو یہی مشورہ دیں کہ وہ سنیں، کیوں؟ اس لیے کہ جب کسی profession میں آپ جاتے ہیں تو اس پروفیشن کے جو لوازمات ہوتے ہیں اچھی باتیں یا بری باتیں ان سب کو، آپ کو برداشت کرنا پڑتا ہے سننا پڑتا ہے ان کا جواب دینا پڑتا ہے تو میں آج یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ نے جہاں تک قومی مسئلے کا سوال تھا کشمیر کے معاملے میں سب لوگوں کو اکٹھا کیا اور مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ سب لوگ اس میں اکٹھے ہوئے اور کسی قسم کی کوئی ایسی حرکت نہیں ہوئی کوئی ایسا ایک لفظ بھی نہیں کہا گیا جس سے یہ ظاہر ہو کہ ہمارا اور حکومت کا آپس میں اختلاف ہے لیکن اس اختلاف کو اگر آپ اپنی پارٹی کے بڑھانے کے لیئے۔۔۔ اس میں بھی جو تقریر کی گئی اگر نکی جاتی تو کیا حرج تھا اس میں بھی یہی کہا گیا شہید بھٹو صاحب نے یہ کام کشمیر کے لیئے شروع کیا تھا اور اب ہم اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچا رہے ہیں۔ ارے بھئی یہ متنازعہ باتیں کیوں کرتے ہو جب ہم سے کہتے ہو متنازعہ باتیں بیچ میں نہ لاؤ تو یہ تقریریں کر کے یہ موقع ڈھونڈ کے یہ صلح و آشتی کی فضا پیدا کرنے کی بجائے پارٹی کے cause کو اٹھانے کے لیے کیوں کرتے ہو۔ اب اگر یہ بھی کر دیا تو اس کے بعد باقی باتوں میں بھی صلح و آشتی ہونی چاہیئے آپس میں مکمل ایگریمنٹ ہونا چاہیئے کسی قسم کی کوئی بات نہیں ہونی چاہیئے اس کا مطلب وہ یہ لیتے ہیں سلیس زبان میں کہ اس صلح و آشتی کا مطلب یہ ہے کہ تم گونگے ہو جاؤ، خاموش ہو جاؤ اپنا آپ چھوڑ کر بیٹھ جاؤ ہم جو کچھ کہتے رہیں سنتے رہو ہم جو کچھ ظلم تم پر کرتے رہیں سہتے رہو یہ تو ہے ان کی لغت میں اس صلح و آشتی کا مطلب، میں یہ کہتا ہوں ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں کہ خدا کے واسطے کسی آدمی کی شرافت کو یا حب الوطنی کو یا کشمیر کے cause کی خاطر

[Mr. Mahmood Ahmed Minto]

چپ رہنے کو کمزوری نہ سمجھا جائے وہی فضا پھر دوبارہ پیدا نہ کی جائے جسے پہلے ہی آپ نے کمال تک پہنچا دیا ہے اس لیے یہ جو باتیں ہیں ان کو ترک کیجئے۔

وزیر اعظم پاکستان، ٹھیک ہے بڑی اونچی پوزیشن ہے میں تو سوچ بھی نہیں سکتا کہ پاکستان میں کسی کی ایسی پوزیشن ہوگی اب جتنا بڑا آدمی ہوگا اتنی زیادہ انکساری اس کو کرنی پڑے گی اتنی زیادہ اس کو اپنی طرف سے محبت کا، پیار کا، حب الوطنی کا ثبوت دینا پڑے گا اگر وہ سمجھتے بھی ہیں کہ کسی اور کی غلطی ہے وزیر اعلیٰ پنجاب کی غلطی ہے تو اس کو بلا کر کہیں کہ ادھر آؤ بھئی ادھر آؤ، وہ نہیں کہے گا کہ میں نہیں آتا اگر کہے گا تو سارے جہان کے طعن و تشنیع سنے گا اعتراض سنے گا اور اس کو کہیں آئیے بیٹھیں مجھ سے آپ کو کیا اختلاف ہے، کیا آپ چاہتے ہیں کیا میں چاہتی ہوں لیکن اس کے کہنے کو کون اجازت دے گا جناب چیئرمین! صاحب جی کی روٹی کا سوال ہے جنہوں نے موٹر پر جھنڈے لگا کر پھرنا ہے جو یہ جانتے ہیں کہ اس پارٹی کے نزدیک سے گزریں گے تو کچھ آپ کو مل جائے گا وہ کہاں آپس میں میں کوئی صلح و آشتی یا صلح و صفائی ہونے دیتے ہیں اس لیے یہ ضروری ہے کہ جناب وزیر اعظم صاحب اپنی ذہانت سے کام لیں۔ اور اللہ کے فضل و کرم سے وہ بہت ذہین ہیں بہت ذہین خاتون ہیں تو ذرا جرأت بھی اپنے اندر پیدا کریں ان چیزوں کو چھوڑیں اور یہ جو ہے فلاں آگیا ہے خبر نہیں میں تو نام ہی نہیں جانتا کیا کیا ہوتے ہیں وہ کسی کو کچھ بنا دو مشیر، مشیر کا کبیر، کبیر کا خبر نہیں کیا بنا دو تاکہ پیسے ملتے رہیں اے میاں یہ باتیں چھوڑو یہ حکومت اگر چلانی ہے تو محض خدا کے نام پر چلاؤ اور اگر نہیں چلا سکتے ہو تو اس کو چھوڑ دینے سے تمہاری ہتک نہیں ہے کہو کہ نہیں آپ ایسے ہیں اس قدر ذلیل آدمی مجھے یہاں ملتے ہیں کہ جو مجھے خواہ مخواہ اچھے راستے سے دوسرے راستے کی طرف لے جانا چاہتے ہیں اس لیے میں چھوڑتی ہوں اس میں بھی آپ کی بہت بڑی عزت ہوگی۔

اب آپ غور کیجئے کہ یہاں ہمارے دوستوں نے بڑی تقریریں کی ہیں لسانی سوال سندھ میں پیدا ہو گیا جی --- مجھے وہ وقت یاد آتا ہے قائداعظم پہلی دفعہ پاکستان بننے کے بعد ڈھاکہ تشریف لے گئے ہمیں وہاں کہا گیا کہ یہ جو لوگ آئے ہوئے ہیں یہاں یہ جھتریوں میں اور دھوتیوں میں یہ خبر نہیں کہاں کہاں چھریاں چھپا کر لائے ہیں آپ پر حملہ کریں گے اگر زبان کے سوال کا ذکر بھی کیا گیا لیکن قربان جائیے اس ہستی پر، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جس کے ماتھے پر ہو اس کے صدقے اور قربان جائیں قائداعظم محمد علی دبلا پتلا آدمی پھونک مارنے سے اڑ جانے والا آدمی اسٹیج پر جا کر کھڑا ہوتا ہے

the first thing that he said ان کو مشورہ دیا گیا تھا خواجہ ناظم الدین نے بھی advise کیا، اور لوگوں نے بھی advise کیا کہ یہ بات آپ آج چھوڑ ہی دیں پہلی بات جو انہوں نے کہی وہ یہ کہ

Let me say it once and for all that the national language of Pakistan is Urdu and it will remain so.

انہوں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو علاقائی زبانیں آپ کی ہیں ان پر کوئی قید ہے ان کو جتنا مرضی ہے فروغ دیجیے مگر قومی زبان اُردو ہوگی یہ حوصلہ تو میں بینظیر بھٹو میں پیدا نہیں کر سکتا، شاید ہو جائے مگر خدارا اس کا دسواں حصّہ ہی اپنے اندر پیدا کرلو سچ کو سچ کہنے کا، جو بات سچی سمجھتے ہو کہ پاکستان کے حق میں ہے اس کو کہنے کا حوصلہ پیدا کرلو اور ان چاپلوسوں سے جو اردگرد اکٹھے ہو گئے ہیں چھٹکارا حاصل کرو ان کو بتا دو کہ بھٹی جہاں تک تمہاری روزی لگنے کا سوال ہے ٹھیک ہے روزی لگی ہے مگر میں باتیں تمہاری نہیں سنوں گی آیئے پاکستان کے متعلق بات کیجئے پاکستان کے متعلق بات کریں گے یہ جو سندھ میں لڑائیاں ہو رہی ہیں ان کے متعلق میں دو حرف کہہ کر ختم کرتا ہوں

اب ذرا غور کیجئے کہ کس طریقے سے بیان کیا جاتا ہے سندھ میں لوگ مر رہے ہیں، خود یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ وہاں پر بہت خراب حالت پیدا ہو گئی ہے یہ ہو گیا وہ ہو گیا اور ساتھ اس کے کیا کہتے ہیں اس کے متعلق ٹی وی پر بات کوئی نہیں آتی اس پر اگر بات آتی ہے کوئی لڑائی کی تو وہ کہتے ہیں پنجاب میں بھی تو ہوا کرتا ہے پنجاب میں بھی فلاں جگہ لڑائی ہو گئی ہے۔ او خدا کی مار تم پر، اگر میرے گھر چوری ہو جائے گی تو اس کا مقابلہ کراچی کی صورت حال سے کرو گے اور اگر کرتے بھی ہو تو کہو کہ یہاں اگر کوئی ڈاکہ پڑتا ہے یا کوئی لڑائی ہوتی ہے تو وہ بھی بڑی قابل مذمت بات ہے اس کو درست کرنا چاہیئے اس کو ٹھیک کرنا چاہیئے لیکن اس کو بڑھا چڑھا کر ٹی وی پر دکھاتے ہو اور وہ جو سندھ کے متعلق ہے اس پر ایک خاموش رہو کی پابندی لگا دیتے ہو کوئی بات اس کی ظاہر نہ کرو یہ پالیسی کے خلاف ہے، جی یہ پالیسی کے خلاف نہیں ہے مگر یہاں کالج روڈ پر کسی مکان میں کوئی لڑائی ہو جائے خواہ کسی وجہ سے ہو جائے تو کہیں گے کہ اس نے کیا پنجاب کے ایماء پر کیا۔ ان کو قتل کر دو۔ یہ کیا حکومت ہے جس لڑائی ہو رہی ہے اور لڑائی کو کوئی مٹا نہیں سکتا۔

ہاں میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ میں بار بار نام ڈاکٹر شیر افگن کا لیتا ہوں وہ میرے بہت پیارے

[Mr. Mahmood Ahmed Minto]

دوست ہیں اور میرے دل میں ان کی بڑی عزت ہے لیکن میں اس لیے ان کا نام لیتا ہوں کہ اور کوئی ہے نہیں جو یہ دکھ ان سے بانٹ لے۔ میں ان سے یہ کہتا ہوں کہ ڈاکٹر شیر افگن صاحب آپ ہمیں بتائیں اپنے دل میں فیصلہ کریں آپ کراچی میں اپنے آپ کو محفوظ محسوس کرتے ہیں حیدر آباد میں کرتے ہیں سندھ میں کرتے ہیں۔ یا انہوں نے worst شہر جو گنویا ہے "لاہور" میں کرتے ہیں۔ میں آپ پر بھی چھوڑتا ہوں۔ آپ اپنے دل سے یہ فیصلہ کر دیں آپ دیکھ لیں سارے واقعات اور اگر آپ کو یہ معلوم ہو کہ سندھ کا اور لاہور کا مقابلہ ہی کیا اور پھر بھی آپ یہی کہیں کہ سندھ کی بات کرنا قومی مفاد میں نہیں ہے ہاں البتہ یہ نواز شریف جو بیہودہ ہے یہ کچھ نہیں کر رہا۔ بہت کمزور آدمی ہے بہت بیہودہ آدمی ہے کوئی لڑائی آپس میں ہوئی تھی اس نے کسی کو پکڑا نہیں تو میں یہ کہتا ہوں کہ یہ لڑائی ختم کرنے کی باتیں نہیں ہیں یہ لڑائی کو فروغ دینے کی باتیں ہیں یہ پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی باتیں ہیں یہ پاکستان کے اندر انتشار پیدا کرنے کی باتیں ہیں اور خدا آپ کو ہدایت دے۔ آپ یہ ترک کریں۔ شکریہ!

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ! جناب ڈاکٹر محبوب الحق صاحب۔

Dr. Mahbubul Haq: I am most grateful to you. Mr. Chairman, for giving me this opportunity and I shall be very brief both because of the nature of the hour and because so much has been said on the President's speech. I shall be making only 3 very brief points. First of all Mr. Chairman, the President pointed out in his adress that the greatest need of our nation at this time is politics of reconciliation not the politics of confrontation. I must thank the Prime Minister that she has taken at least some steps by coming to the Senate to close one door of confrontation and to seek co-operation from this august House. But I like to suggest to her hat if we are to make this into more than an empty gesture, if we are to make this into a real substantive collaboration, then she should use the Senate to settle one of the perennial issues i.e. beevil the relations between the Centre and the Provinces which is the implementation of the 1973 Constitution on the distribution of financial resources and development powers between the Centre and the

Provinces. There are different interpretations, Many misunderstandings and many issues are pending. We need a distribution of financial resources to the Provinces. A blue print was prepared in 1988 to distribute as much as 20 to 22 billion rupees of resources a year to the Provinces so that each Province is in surplus and can manage its own affairs. A blue print was prepared on development powers so the Provinces can sanction their own projects, can take their own decisions, can set-up their own banks and let me say on that the Constitution permits the Provinces to have Provincial Banks. Those who believe that such move might split the Federation to just think of this that supposing that we did not have nationalized banks but we have private banking in this country and the Private Sector could set-up its banks anywhere whether in Quetta or in Peshawar or in Faisalabad or anywhere, would that have broken up this country or spread economic and financial opportunities all over the country? Similarly, there is a need for represenation of the Provinces on all decision making forums particularly in government corporations whether it is WAPDA or T&T or other corporations so that when there is a distribution of utilities, the Provinces are fully represented in the decision making.

There is a need today also to settle the long delayed issue of water distribution. How long will this nation throw more water into the sea than the total flow of the Nile river? How long shall we deny ourselves new irrigation schemes because we cannot agree with each other? How long shall we release water indiscriminately on existing soil and make a water-logging and salinity problems seven worst rather than irrigating new soils? These issues have been pending for a long time and I do not hold the current government responsible for that. But I do believe that it is possible to build up a political consensus within the country for a resolution of these issues and for that I will make my first concrete recommendation . I hope Mohtarama Prime Minister will consider seriously setting up a committee of the Senators and National Assembly Members to look at the whole issue of distribution of powers between the Centre

[Dr. Mahbubul Haq]

and the Provinces and to review the very cause of tension between the Centre and the Provinces. Let us not only look at the septums what is happening. Let us remove the basic causes so that all the skirmishes which are arising. At least major causes can be eliminated by implementing what was promised in 1973. I do believe, I speak on behalf of all my colleagues when I say that we shall extend a bipartisan support to see that this issue is finally settled, to see that the Council of Common Interests which is set-up, its rules are formulated. to see that the National Finance Commission which is there strengthened politically its hands to settle this issue finally. This, I believe Mr. Chairman, should be our first response to the President's Address and to our current needs on pursuing a politics of reconciliation.

Secondly Mr. Chairman I come to the economic scene and I do not wish to make the problems of the government any worse by being critical of the day to day economic management but I do wish to draw their attention to some serious weaknesses. The development budget is being cut every day. Today the situation is that a balance in the budget is being sought by cutting down development for the future and the real development expenditures at present are proceeding at 25% below last year. I would like to suggest through you Mr. Chairman, that any balance that is achieved by cutting down future development is a balance achieved by borrowing from the future, by mortgaging the options of our children, by reducing jobs and incomes in the future. I would like to suggest very respectfully to the government to review this policy of cutting down development expenditure rather than non-development in order to balance the budget.

On the economic scene I would also like to suggest to them that they must pursue seriously a strategy of better tax collection and cutting down tax evasion. Collecting taxes, Mr. Chairman, is not an administrative matter. It is a political matter because most of the tax evaders, from my past experience I can say, are the most powerful people in this country and it will take real political courage to see that the rich are taxed so that we can ease the burden on the poor. I am a little distressed that the tax collection strategy that had been given some shape in 1988 has not been pursued with the same diligence that is required.

Thirdly, on the issue of the economic side, there are today, Mr. Chairman, allegations of widespread corruption. It is very necessary that instead of mere allegations there should be concrete documentation and there should be accountability. I would like to make a proposal that there should be a Joint Standing Committee of the Senate and the National Assembly where all major contracts in which foreign suppliers are involved, should come before the Committee so that they can ask questions about international competitive bidding, thehy can ask questions about whether any commissions have been taken, they should have powers of sub poena so that government officials can be sub poenaed with original files and papers so that documentation is available and we do not just work on hear-say or allegations but we work with facts - much the same powers which are available today to legislatures abroad so that the facts can be established. Unless we do that, Mr. Chairman, I am really afraid not only of the very wide scale corruption, the commissions, the kickbacks but the loss of credibility of this country in the international sphere - where we might begin to acquire the same reputation as Phillipines had under Marcos and many other countries acquired with disastrous effects on their credit-worthiness and their ability to work internationally.

Fianlly, on the economic side Mr. Chairman, we have today very little expenditure on Eduction and Health and on social sectors. Even the expenditure that was proceeding in many provinces on village electrification, on social sector that has been reduced. A lot of it is paralysed by a tension between the Centre and the provinces. It is suggested that the education expenditure has gone up by 17%. Let me make it clear here that by such figures we should not delude ouselves. This applies to Central Government expenditure which is not responsible actually for Education. It is responsible only for universities. Eighty percent of Education expenditure is in the provinces and the fact is that education expenditure is going down and not going up. Why do we delude ourselves by saying all the time that there is 70% increase in education expenditure? All will find this after some time, as we did. We did not spend enough on Education. I fought for it and I will fight again today for it that for Education, Health and Human Development which are the real resources of the country there is very little expenditure going today. I would

[Dr. Mahbubul Haq]

like to bring these to the attention of the government in the same bipartisan spirit and constructive spirit of support. These are not easy issues but if they are willing to tackle them we are there to extend our support to the government in tackling these issues.

Finally, Mr. Chairman, I come to the Afghan policy. The two major issues on which it appears to me that we have no clear national strategy, one is Afghanistan. I believe Mr. Chairman, that on Afganistan we should have changed the policies once the Russians started withdrawing their troops. It is one thing to have a military policy to see that the *Mujahideen* win on the battle field when the Russians are involved, it is quite another when the Russians have withdrawn because then every gun that is supplied, every missile that is supplied is being used not against the Russians, they are being used against the Afghans and Afghan lives are sacred irrespective of which side they belong to at the moment. We cannot encourage a civil war. I believe what is necessary to day is to have a new Afghan policy and a national consensus on that and that is lacking - a policy in which we ask both the super powers to stop the supply of arms in Afganistan, where we ask for a cease-fire and where we ask for a political dialogue not a military solution. I think, we are stuck still in the policies of the past when the situation has changed and the whole balance between the super powers has changed. I think, we will suffer a lot and Afghans will suffer a lot unless we reconsider the policies we pursued very successfully and very courageously for ten years but there is a time when there should be a re-assessment and a review. The entire world is doing this review and this re-assessment. Shevardnadze and Baker are doing this review and re-assessment but we have not developed a different national strategy on Afghanistan.

Secondly, on Kashmir. For once Kashmiris have risen themselves the same way as there has been uprising all over the world whether in Azerbaijan or in South Affrica or in Palestine or in Eastern Europe. It is a national uprising. It is not a movement externally led or externally financed whatever convenient *alibi* India may try to find and in that spirit it is in the interest of India to bilateralize this issue

and say that Kashmir is an issue between India and Pakistan and that is the way it is being projected in the western press but it is in our interest to internationalize it and say that this is an issue of human rights, of self determination, of Kashmiri's urge for freedom and for getting their rights. I think, it is necessary, Mr. Chairman, that we should take this message internationally where they are losing the battle on the press and on the TV. We should project this as a part of the same issue that is there all over the world. Sir, I just came back from New York after three months. There is no projection of the brutal tactics being used in Occupied Kashmir by Indian authorities because they have thrown out the foreign correspondents. Now, how much does it take to get some video out of Kashmir, smuggle it out, get it out and show it to the world. They did that in Azarbaijan with the foreign correspondents, they have done it in Occupied Palestine, why not in Occupied Kashmir and I believe that it is very necessary we should both do that as well as open a quiet dialogue with the new Prime Minister of India to suggest to him that whether it is today or tomorrow this urge for freedom will not go away. Let a process be generated now step by step so the self determination right is restored to the Kashmiris by the Indian occupying forces.

My major point Mr. Chairman, is that we in this House can assist the governmeent only if they bring to us some legislation and some policies either on Afganistan, or Kashmir, on economic policies, education, health policies. We cannot comment on a policy agenda which is missing. We cannot assist the government unfortunately on a sense of direction which is not there and I will like to suggest to the honourable Prime Minister that now that she has very graciously come to the Senate and promised to come again, when she has extended the hand of cooperation that she and her government should work with us in defining a policy agenda for the future, not to be afraid of legislation for the future. I assure them that in a bipartisan constructive spirit which has been the hall mark of this House we shall try to promote national interest by assisting in the formulation of such national policies. I thank you Mr. Chairman.

Mr. Deputy Chairman: Thank you very much Dr. Mahbubul Haq Sahib.

Nawabzada Jehangir Shah Jogezai: Point of order, Sir.

Mr. Deputy Chairman: Nawabzada Sahib on a point of order.

نوابزادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی: جناب ابھی مجھے بیگم عابدہ حسین کی جانب سے کراچی سے ٹیلیفون آیا جو میں نے آپ کے دفتر میں attend کیا۔ اُس نے بتایا کہ جو یہاں ہو رہا ہے جو کچھ ہماری آنکھیں دیکھ رہی ہیں اس کا آپ کو اندازہ نہیں ہو سکتا۔ دو لاشیں میں نے دیکھی ہیں ان میں سے کسی کا ناک کان نہیں اور جسم کو ایسے چھید لگیا ہے کہ بربریت کی انتہا ہو گئی ہے۔ چنگیز خان تو سروں کے مینار بنا رہا تھا وہ تو دشمن کو اس طرح سے کرتے تھے لیکن یہاں ایک مسلمان بھائی دوسرے مسلمان کو قتل کر رہا ہے یہ ہم سب کے لئے قابل توجہ ہے اور ایک چیلنج ہے اگر قوم اور حکومت اس پر بھی خاموش رہے اور یہاں پر بھی اس پر آواز نہ اُٹھے اور وہاں کوئی تدابیر نہ کی جائیں کہ ایسے کام نہ ہوں۔ ہمیں شبہ ہے کہ کہیں اس میں ہندو کا ہاتھ نہ ہو۔ کیونکہ مسلمان، مسلمان کو قتل تو کر سکتا ہے لیکن اتنا بدشکل نہیں کر سکتا۔ یہ میں نے آپ تک بات پہنچا دی ہے۔

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ ایک انسانی مسئلہ ہے سندھی، مہاجر، پٹھان، بلوچ اور پنجابی کی جان جاتی ہے وہ سب ہمارے بھائی ہیں اور ان حالات میں اس ایوان کے جذبات حکومت کے سامنے جانے چاہئیں۔ اور ہم سب مل کر اس آگ کو بجھائیں اور وہاں کے حالات کو سدھاریں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ پروفیسر صاحب اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ بہت اہمیت کا مسئلہ ہے اور پوری قوم کے لیئے باعث تشویش ہے لیکن اس کے لئے سندھ کی صورت حال پر کمیٹی کی رپورٹ یہاں آ رہی ہے پھر ڈاکٹر صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ وزیر داخلہ سے مل کر کس طرح اس کو take up کریں۔ لیکن اس debate کو پوائنٹ آف آرڈر کے تحت نہیں لے سکتے۔ بہر حال ڈاکٹر شیر افگن صاحب صدارتی خطاب پر wind up کریں۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: جناب چیئرمین! میں مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا بعد میں تمام معزز اراکین کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے اپنے خوبصورت جذبات اور مفید مشوروں سے ہمیں

نوازا ہے۔ اور بہت اچھی تجاویز دی ہیں بہت اچھی باتیں بھی ہوئی ہیں ان میں سے بعض کڑوی بھی تھیں لیکن وہ حقائق پر مبنی تھیں۔ میں تمام معزز اراکین کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے کوشش کی ہے پاکستان کے لئے، پاکستان کے عوام کے لئے ان کے مفادات کے لئے، حکومت کے استحکام کے لئے، عوام کے امن و فلاح کے لئے اور جو خرافات ہمیں اپنی پلیٹ میں لئے ہوئے ہیں ان کو دور کرنے کے لئے چاہے وہ معاشرتی ہیں یا معاشی اور بہت سے مسائل زیر بحث لائے گئے ہیں۔ قبل ازیں کہ میں ان کو ایک ایک کرکے لوں وہ میرے پاس ہیں اور میری خوش قسمتی ہے کہ اس debate میں ہم نے تمام معزز اراکین کے نوٹس مکمل لئے اور میں کئی دنوں سے انکو پڑھتا رہا ہوں۔

اس خطاب کے بارے میں صرف ایک بات اس ہاؤس میں کہنا ضروری سمجھتا ہوں بنیادی طور پر صدر کا خطاب ہر سال پیش کرنا حکومت کی پالیسی ہوتی ہے۔ جو صدر کی وساطت سے ہاؤس میں پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن چند قباحتوں کی وجہ سے یا دستوری صورتحال کی وجہ سے اس میں تضادات آگئے ہیں انشاء اللہ آئندہ وہ نہیں ہوں گے۔ اور ہم کوشش کریں گے کہ وہ متفقہ ہوں۔ جہاں تک بہت ساری چیزوں کی نشاندہی کی گئی ہے نیک نیتی سے کی گئی ہے اور آپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ بہت سی چیزیں ہمارے ملک و ملت کے لئے اچھی نہیں تھیں یا حکومت وقت کے درست کرنے کی بات تھی اور حکومت نے کوشش کی ہے کہ چند ماہ میں ان کی درستی ہو جائے۔ میں اس کی بہت ساری مثالیں دے سکتا ہوں اور سب سے بڑی مثال اس معزز ہاؤس کی گذشتہ sitting کی ہے کہ محترم وزیراعظم اپنے طور پر تسلیم کرتے ہوئے اور آپ کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے یہاں تشریف لائیں، وہ مجبور نہیں کی گئیں حقائق کو تسلیم کرتے ہوئے وہ تشریف لائیں اور سینیٹ کے اراکین کی کارکردگی پر خراج تحسین پیش کیا یہ مثال ہے معزز ایوان کی حقانیت کو اور اس کی اچھی کارکردگی کو تسلیم کرنے کی جیسا کہ معزز ارکان نے فرمایا ہے کہ تضادات میں سے ایک تضاد یہ بھی تھا جس کا خاتمہ ہمارے لئے باعث برکت ہوگا۔ میں مشکور ہوں تمام معزز اراکین کا، جن کا یہ بھی عندیہ ہے کہ وہ ہر طرح سے خواہ وہ حکومت کا حصہ ہوں خواہ وہ اپوزیشن میں ہوں مملکت کے لئے مثبت انداز میں کام کریں گے ان کا دست تعاون بڑھانے پر میں شکریہ ادا کرتا ہوں پہلے بھی میں ان کا شکر گزار ہوں کہ جب بھی کوئی بل یہاں آیا تو انہوں نے بغیر زیادہ وقت لئے اس کو پاس کر دیا ہے بلکہ نیشنل اسمبلی کی نسبت اس معزز ایوان نے قانون سازی

[Dr. Sher Afgan Khan Niazi]

زیادہ جلدی پاس کئے ہیں اور کم سے کم تضادات یہاں پیدا ہوئے ہیں۔

جو نکات یہاں صمد کے خطاب کے ضمن میں فاضل اراکین نے اٹھائے ہیں ان میں ہے مارشل لاء کا اٹھانا، بلکہ مارشل لاء کو اٹھانے کی controversy میں میں نہیں جانا چاہتا وہ قوم کے لیئے بہتر تھا کیونکہ یہ قوم مارشل لاء کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ مارشل ہمیشہ ملک کو توڑتے ہیں خرافات پیدا کرتے ہیں ادارے تباہ کرتے ہیں۔ اس لئے ہم سب کی اور موجودہ حکومت کی یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ کبھی بھی ہم مارشل لاء لگنے اور لگوانے کی بات نہ کریں۔ بلکہ کوشاں رہیں کہ ہمارے جو ادارے قائم ہو چکے ہیں، جمہوری اور دستوری طریقوں سے آگے بڑھائیں تاکہ مملکت کے لیئے وہ سود مند ثابت ہوں۔

اب ہمارے چند معزز اراکین نے horse trading اور political affiliation یا stock exchange کی بات کی ہے جو صمد مملکت کے خطاب میں موجود ہے اس پر مختلف آراء ہو سکتی ہیں یہ بات ہم دونوں پر لاگو ہوتی ہے۔ horse Trading جس نے بھی کی ہے یہ باعث ننگ و شرم ہے۔ اب اس کا فیصلہ عوام نے کرنا ہے، عوام کو معلوم ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ کہاں سے یہ شروع ہوا، کیا ہوا، کیا صورت حال ہمیں درپیش ہوئی۔ اسے میں متنازعہ نہیں بنانا چاہتا کہ فلاں نے کیا اور فلاں نے نہیں کیا۔ اس لیے آئندہ یہ لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیئے چاہے کوئی بھی ہو جس مقام پر ہوئے اسے اس صورت حال سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ لیکن ایک بات آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں۔ جہاں تک چند معزز اراکین نے ایک بات فرمائی ہے کہ پولیٹکل پارٹیز ایکٹ میں جو defection clause ہے ۱۸ (بی) اسے مزید موثر بنانا چاہیئے یا دستور کے شیڈول میں اسے لاکر نافذ کرنا چاہیئے تاکہ یہ موثر انداز میں کام کر سکے۔ کیونکہ موجودہ حالت میں یہ vague ہے۔ یہ ambiguous ہے۔ اس کا اطلاق مناسب طریقے سے نہیں ہو سکتا۔ اس سے میں اختلاف کرتا ہوں۔ یہ دستور کی نفی کرنے کے مترادف ہے۔ یہ دستوری provisions کے خلاف ہے۔ یہ بنیادی حقوق کی نفی کرتا ہے۔ اس میں سے اس ایوان کے سامنے صرف ایک پیراگراف ان کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں۔ جب ۱۹۷۳ء کا دستور بن رہا تھا اور اسی پولیٹکل پارٹیز ایکٹ کے بارے میں اس پر زور دیا گیا کہ اس کو جاری و ساری کیا جائے۔ اس کے بیک گراؤنڈ کو بیان کرنے کے لیئے میں صرف ایک منٹ لوں گا۔ آپ کو یہ یاد ہوگا ۱۹۶۲ء میں جب سیاسی پارٹیوں پر پابندی لگائی گئی تھی

Political Parties Prohibition Ordinance, 1959

کے ذریعے جو فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے نافذ کیا تھا۔ جب اس کو repeal کیا گیا تو

Revival of political rights to the people of Pakistan an Act was legislated, that is known Federal Act-III of 1962.

اور یہی وہ پولیٹکل پارٹیز ایکٹ ہے جو فیلڈ مارشل نے خود نافذ کیا اور اس میں آرٹیکل ۱۷، ۱۲ کے تحت عوام کو ایک statutory right دیا گیا ہوا اور یہ statutory right ایکٹ تھا ۱۹۶۲ء کا۔ اب بات سمجھنے کی ہے کہ اس وقت یہ create ہوا کہ ہر شہری کو ووٹ دینے کا یا اس کو ایک سیاسی پارٹی کا رکن بننے کا حق ہے لیکن اس کو یہ حق اس قانون کے تحت دیا جا رہا ہے گویا یہ اس کا بنیادی حق نہیں ہے اب ۱۹۷۳ء میں جب آئین بنا تو اس میں آپ کو پتا ہے کہ آرٹیکل ۱۷ میں ایک fundamental right یہ دیا گیا کہ ہر شہری بنیادی طور پر پیدائشی طور پر یہ حق رکھتا ہے کہ وہ سیاسی جماعت کا رکن بنے، سیاسی جماعت بنائے اس کے ذریعے سے انتخابات میں حصہ لے وہ statutory right تھا۔ میں تو یہاں تک کہتا ہوں

This is a black law, this is against tne Constitution, it snould not be the reason behind it. I will read one paragraph.

جب ہماری Constitution Committee بنی جو پارلیمنٹ کی تھی جس وقت ۱۹۷۳ء کا آئین بن رہا تھا تو اس میں یہ نوٹ کافی ہے اس کو سمجھنے کے لیے، یہ کتاب ہے۔

Constitution Making in Pakistan, National Assembly of Pakistan.

یہ ہمارا جو سرکاری، ریکارڈ ہے۔ اس میں سے میں نکلوا کر لایا ہوں۔ اس کا صفحہ ۱۲۰ ہے اور اوپر title ہے

The Political Parties Act, 1962.

Committee here means the Constitutional Committee - Constitution Making Committee which was constituted out of the House to frame 1973 Constitution.

[Dr. Sher Afgan Khan Niazi]

"the refusal of the Committee to take a decision for the removal of the protection given to the Political Parties Act, from the Draft Constitution is fraught with grave consequences. If unacceptability was in fact the real basis of the accord over the no confidence motion clause which was accepted as a temporary alternative to this undemocratic piece of legislation in the Ayub regime, which denied the legislators their fundamental right of the freedom of conscience and association. It will mean that a representative of nearly three hundred thousand people could be thrown out by a party caucus if the dictates of his conscience or the demands of his electorate require him to follow a certain code. Now, when the Prime Minister has conceded the right to seek dissolution in keeping with the British parliamentary practice the retention of this relic of a dictatorial regime is altogether unnecessary and must be dispensed with. We strongly recommend that this Act be removed and the protection accorded to it should be withdrawn, otnerwise the very basis of the accord will be erroded beyond repairs.

Signed by:-

- Sardar Shokat Hayat Khan
- Shah Ahmad Noorani Siddiqui
- Prof. Ghafoor Ahmad
- Amir Zada Khan
- Maulana Mufti Mehmud"

Now this is clear.

the Act ۔کہ ہم یہ کہتے ہیں۔میں شروع سے یہ کہتا رہا ہوں کہ پولیٹکل پارٹیز ایکٹ یہ

dictorial regime ہے یہ بھی piece اور یہ جو itself is not only a piece

میں دوبارہ ligislate ہوا ہے۔آپ سمجھیں گے کہ یہ کب legislate ہوا ایک دفعہ پہلے ہوا جب

in consonance with ۱۹۷۳ء کا آئین لاگو ہو گیا پھر بھٹو صاحب کے دور میں اس کو نکالا گیا۔اور چونکہ

the fundamental rights تھا۔۔۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ڈاکٹر صاحب، قاضی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

قاضی حسین احمد: جناب والا! نماز کا وقفہ ہونا چاہیئے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: قاضی صاحب میرے خیال میں اس کو wind up کرتے ہیں۔

قاضی حسین احمد: wind up تو ڈاکٹر صاحب نہیں کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نئے issues کھڑے کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ڈاکٹر صاحب بات یہ ہے کہ Political Parties Act بذاتِ خود ایک issue ہے۔ اس کو جب take up کریں گے تو آپ جو بھی arguments ہیں دے دیں۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: جناب یہاں Political Parties Act کی بات ہوئی ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: اگر سارے subjects کو آپ اس طرح open کریں گے تو پھر دو تین دن اور لگ جائیں گے۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: میں اسے چھوڑ دیتا ہوں۔ بہر حال میرے خیال میں معزز اراکین کو سمجھ آ گئی ہوگی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی بالکل آ گئی ہے۔

جناب حسن اے شیخ: سمجھ یہ آئی ہے کہ ہم ایک پارٹی سے کامیاب ہوئے تھے اور بعد میں دوسری پارٹی میں چلے گئے۔

Mr. Deputy Chairman: Shaikh Sahib, please no cross talk.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: This is not the point. I was elected from Awami Ittehad, I am not elected representative of J.U.P. ... they have no right to talk about it.

جناب ڈپٹی چیئرمین: ڈاکٹر صاحب وہ آپ کی اپنی مرضی ہے۔ لیکن اس وقت یہ ہے میرے خیال میں اس کی تفصیل میں جانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اسکو wind up کریں۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی : اب اس کے بعد ہمارے بعض اراکین نے اسے پیپلز پارٹی کی حکومت کے خلاف charge sheet قرار دیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں اور حکومت یہ سمجھتی ہے کہ جو وہاں پالیسی statement ہے وہ charge sheet سب کے خلاف ہے چاہے وہ اپوزیشن میں ہوں، چاہے حکومت میں ہوں، اگر مملکت اور عوام کے برعکس بات ہو رہی ہو تو ہم سب کا فرض ہے کہ ہم اسے اپنے خلاف charge sheet سمجھیں اور ہمیں اپنی اصلاح کرنی چاہیئے۔ آپ نے دیکھا ہوگا مثال کے طور کہ پیپلز پروگرام پر ہمارے معزز اراکین نے اعتراض کیا۔ اخباروں نے لکھا تو اس میں remodelling ہوئی۔ اب پوزیشن یہ ہے کہ ہر ایم این اے، ہر ایم پی اے ہر سینیٹر چاہے کسی پارٹی سے بھی وہ تعلق رکھتا ہو۔ ان کو request کی گئی وزیر اعظم محترمہ نے یہ بات عرض کی ہے کہ وہ پچاس لاکھ کی اگر grant لیے تقدم میں جیسے Five Point Programme میں تھا آپ ضرور تجویزیں دیں آپ اپنی تمام وہ تجویزیں دیں It will be given weight duly and on the floor of the Senate

وزیر اعظم محترمہ نے پرسوں بھی یہی بات کی ہے کہ وہ پروگرام قوم کے لیے ہے۔ یہ ایک پارٹی کا نہیں ہے۔ سب کے لیئے ہے۔ تو گزارش میری یہ ہے کہ اب اس میں اگر کوئی خلا کسی نے محسوس کیا یا کوئی تجویز دی تو محترمہ وزیر اعظم اور پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت نے اس تجویز کو مانا ہے۔ اس پر عمل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اجتماعی مفاد میں بات کی ہے۔

اس کے بعد صوبائی خود مختاری کی بات ہوئی۔ صوبائی خود مختاری دستور پر عمل کرنے سے آتی ہے۔ اب ایک مسئلہ یہاں اٹھایا گیا ہے ہم سب کوشش میں ہیں، سندھ کی صورت حال اچھی نہیں ہے وہاں پر امن عامہ کی حالت اچھی نہیں ہے۔ گورنمنٹ اس سے باخبر ہے، دن رات کوشش کر رہی ہے۔ کہ کسی طریقے سے یہ جلاؤ گھیراؤ کی صورت حال ختم ہو جائے اور امن قائم ہو جائے، ہمارے لیئے بھی قباحتیں ہیں کہ پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت ہے صوبہ سندھ میں پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت ہے تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہر حالت میں وہاں کی امن عامہ بحال ہو لوگوں کی جانیں محفوظ ہوں لوگوں کی جائیدادیں محفوظ ہوں اب اس کے لیئے ایک طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے کہ وفاقی حکومت براہ راست مداخلت نہیں کر سکتی اگر کرے گی تو دوسرے صوبے بھی چیخیں گے کہ یہ صوبائی خود مختاری کے اندر مداخلت کے مترادف ہے۔ بات یہ ہے کہ کل جماعتی

کانفرنس وہ صوبہ بلا رہا ہے وہاں کے وزیر اعلیٰ کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور وہ انشاء اللہ بہت جلد ہر مکتب فکر کو اور ہر ایک پارٹی کو چاہے وہ ایوان میں نمائندگی رکھتی ہے یا نہیں رکھتی، بلا کر ان سے مشورہ لے کر جو ممکن اقدامات ہو سکیں گے لینے کے لئے کوشاں ہیں اور ہماری دعا ہے دوا ہے سب کچھ ہے کہ وہاں پر امن عامہ بحال ہو جائے۔

اب دستور کی فرمانروائی کی بات ہوتی ہے تو ہماری بھی کوشش ہے حکومت کی پوری کوشش ہے دستور کی فرمانروائی کے لئے ہم سب نے کام کرنا ہے جب تک ہم اپنی حدود کے اندر کام نہیں کریں گے دستور کی فرمانروائی نہیں آ سکتی چاہے سینیٹ ہو چاہے قومی اسمبلی ہو چاہے صدر کی nstitution ہو چاہے پرائم منسٹر آفس ہو چاہے کیبنٹ ہو چاہے صوبے ہوں اگر صوبے بھی تعاون نہیں کریں گے تو بھی یہ ہماری

onstitutional supremacy and supremacy of law shall not be ushered in our country. That will go against the interests, the integrity and sovereignty of the country.

طور عدم

ب درمیانہ مدت کے انتخابات کی بات ہوئی تو مجھے بتانے میں فخر ہے کہ جب دوسرے بات کرتے ہیں خود کہتے رہے کہ مڈٹرم انتخابات ہونے چاہئیں جب محترمہ وزیر اعظم نے یہ کہا کہ آپ مڈٹرم کی بات کرتے ہیں تو ہم تیار ہیں تو وہ کہنے لگے ہم نے کہا ہی نہیں اب یہاں مطالبہ ہوتا رہا میرے پاس مطالبہ ہوتا رہا میرے پاس ہے ریکارڈ اور ہم اس مطالبے کو صدق دل سے قبول کرتے ہیں اگر مڈٹرم انتخابات اپوزیشن چاہتی ہے تو گل کر دائیں حکومت اس کے لئے تیار ہے تاکہ یہ فیصلہ ہو سکے کہ لوگ کس کے ہیں کس پالیسی کو پسند کرتے ہیں کیا طریقہ کار ہو۔ اس کے بعد صوبائی حکومتوں کے خلاف وفاقی حکومت کے رویے کی بات ہوتی ہے۔ جناب چیئرمین! میں اس controversy میں نہیں جانا چاہتا یہ وقت بتلائے گا اور پھر آپ نے دیکھا ہوگا کہ وزیر اعظم نے موجودہ کیبنٹ نے اور وفاقی حکومت نے ہر جگہ کوشش کی ہے ہر طرح سے کئی دفعہ انہوں نے دعوت دی ہے صوبائی وزرائے اعلیٰ کو ہر جگہ دعوت دی ہے اور ان سے مذاکرات کے لیے دروازے کھلے رکھے ہیں ان کی بات سننے کے لیے کہا گیا ہے بلکہ ضمن میں اگر میں یہ کہوں کہ سی سی آئی جو مشترکہ مفادات کی کونسل ہے اس کے اجلاس کی بات بھی ہوتی رہی اس کو ایک بات ملے گی جیسا کہ انہوں نے کہا کہ کسی نے کوئی ایجنڈا اب تک نہیں بھیجا اخبارات تک، تقریر میں وہ مختلف پلیٹ فارموں پر بات کرتے ہیں لیکن انہوں نے مثبت تجاویز اور demands کہ

[Dr. Sher Afgan Khan Niazi]

یہ بجٹ میں بجٹ کے لیے کہاں کہا گیا ہے دوسری بات ہمارے یہاں کے محسن اور مہربان رکن نے بڑے خوبصورت انداز میں کی ہے۔

That Article 184 is available. That is a rescue to this. If there is confrontation between the provincial governments and the federal government. That Article is very much helpful in bringing the Supreme Court between the Federal Government and a provincial government and the confrontation can be solved by the forum of the Supreme Court. If that was a positive move and something was being undone through that provincial government that could go to the Supreme Court and get relief. If they could go for a Money Bill, if they can go for the Attorney-General that he is disqualified, why they can't go to the Supreme Court which is the real forum for a national issue, for a big issue of a province. This is a hard luck with us. We talk too much but do nothing. Visible actions are always missing. That is the point.

اب سندھ کی صورت حال۔ آپ کو بھی پتہ ہے ہمیں بھی پتہ ہے اس کے لیے وفاقی حکومت اپنی حدود میں رہتے ہوئے تمام طبقوں سے بات چیت کر رہی ہے اور یہ کام صوبائی حکومت کا ہے اگر ہم صوبے کے اندر مداخلت کریں تو کل آنے والا وقت بتلائے گا کہ وفاقی حکومت dictatorial terms پر اتر آئی ہے dictatorial پر اتر آئی ہے اس لیے صوبے کو صورتحال جو ہماری assistance درکار ہے ہم دے رہے ہیں اور دوسری بات صوبائی حکومت کوشش کر رہی ہے صوبے کا جو وزیر اعلیٰ ہے وہ کل جماعتی کانفرنس بلا رہا ہے تمام مکاتب فکر سے بات چیت کرنے کے لئے کوشاں ہے تاکہ صورت حال سنبھل جائے وہاں بھیانک صورت پیدا ہوئی ہے بہت ساری اموات ہوئی ہیں، ہماری پراپرٹی کا نقصان ہوا ہے ہماری instability ہے۔

قانون سازی کے ضمن میں بات ہوئی ہے کہ ہماری پارلیمنٹ نے قانون سازی نہیں کی ہے تو میں اس سے اتفاق نہیں کرتا مجھے اختلاف ہے اس سے میں آپ کو پانچ سالہ سروے دیتا ہوں Parliamentary Years کا

During 1985-86, the first parliamentary year, only 23 Acts were passed. What sort of Acts? I was a member there.

What return of expenditures of the election to be a Minister, if he is a Chairman of the District Council and then again they repealed it. Such sort of legislation was carried . The major legislation, which was carried out was the only the constitutional (Eighth Amendment) Act. That was a validation of legislation done by a dictator, only the validation for what they unto it. 55 Articles were changed by RCO and the PCO was validated. 1500 laws were incorporated and they were made laws. That was the black era of legislation and it is claimed that that was a good year. Not at all.

Then, I come to 1986, how many Sir? Only 15. In 1986-87, how many? Six. In 1988, nothing and in 1989 parliamentary year which is said to be the black year that there no legislation was carried out, 12 Acts have been passed, 12 Bills were passed from the National Assembly, 7 have been made as Acts. It was the duty of the National Assembly, we did. If it could not be passed by the Upper House, we cannot say anything and 25 Bills at that time were under consideration with the Standing Committees and all that. If we go towards questions answers, we go towards the substantive motions, motions under Article 220 privilege motions and adjournment motions, I can assure you that meetings of the Standing Committees if the percentage of 1989 is less I should be punished. I claim on the floor of the House that the working of that parliamentary year is better than 1985, 1986, 1987 and 1988 but this is merely an allegation which I deny . It is not correct. Here Islamization has been questioned.

کہ اسلامی نظام کا اجراء ہونا چاہیئے، میں نے اسی فلور پر حکومت کے خیالات کا اظہار کافی مرتبہ کیا ہے
آج بھی وہی کہتا ہوں کہ ہمارے اپوزیشن کے بھائی جو علمائے کرام بھی ہیں دین اسلام کے لیے محبت زیادہ
رکھتے ہیں جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے میں ان کو دعوت دیتا ہوں کہ کل تک ایک متفقہ بل لائیں اگر وہ تحریک عد
اعتماد پر اتفاق کر سکتے ہیں تو کیا قوم کو شریعت بل دینے پر اتفاق نہیں کر سکتے وہ کل لاکر دیں اگر حکو
ایک دن میں پاس نہ کرے تو حکومت جھوٹی ہے باتیں کرنا بہت آسان ہے اسی ایوان میں ایک

بل زیر غور ہے کتنے سال سے چل رہا ہے کیوں نہیں پاس ہوا جبکہ ---
here was no opposition at all at that time. Only scattered few persons which different ideologies and ideas were sitting nd opposing for personal sake etc.

اب خارجہ پالیسی کی بات ہو رہی تھی

The Government is very much aware of and is taking note of it.

ہمارے ایک آنریبل ممبر کی بہت اچھی تجویز تھی دوسروں کی بھی ہے

and *inshaallah* the Government will give due consideration to it.

اور جیسا کہ ہمارے ممبر صاحب نے فرمایا کہ پی پی اپنا منشور نافذ نہیں کر سکی اب شکر کرو کہ وہ نہیں کر رہی ہے تو آپ ممبر ہوں گے آپ حکومت میں ہوں گے accountability کے ضمن میں وہ lose کر رہی ہے۔ نہیں کریں گے تو ان کا خسارہ ہے ان کے خسارے کے لیئے سوچو۔ ان کو مشورہ تب دو جب ان کے بھی خواہ ہوں وہ نہیں کریں گی تو

In the eyes of people they will be let down and there will be no Peoples Party and its regime.

اب ایک یہ بات کہی گئی ہے کہ یہاں قانون شکن لوگوں کو حکومت نے معافی دے دی اور یہ تمام خرابی وہی کرا رہے ہیں۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان کو وہ لوگ نظر نہیں آئے جنہیں پھانسی دی جاتی ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں جو بلاوجہ جیل میں سڑتے رہے ہیں اور ۱۱ ہزار انسانوں کی پیٹھ پر کوڑے برسے ہیں اور اگر ان کو باہر لایا جاتا ہے جمہوری دور میں تو ان کو وہ تمام کے تمام مجرم نظر آتے ہیں

One sided heard is not justice. They were not heard properly, they were not given chance to have the justice.

اگر تو ان کو معافی ملتی ہے تو یہ ان کو غنڈہ گرد تخریب کار بتاتے ہیں افسوس سے مجھے کہنا پڑتا ہے کہ یہ منفی خیالات ہیں اور یرقان زدہ سوچ ہے میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ میں دو تین منٹ لوں گا آپ کی مجبوری کا بھی مجھے اندازہ ہے ایک بات بہت ضروری ہے۔ ورنہ پوائنٹس تو بہت سارے ہیں Lateral entry کی بات کی گئی ہے ایک بات مجھے سمجھ نہیں آئی ہمارے ایک معزز رکن جو بہت پڑھے لکھے ہیں فرمایا ہے کہ جناب والا! آٹھویں ترمیم نے صدر اور وزیراعظم کے اختیارات میں توازن پیدا کر دیا ہے۔ اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ قوم کی نمائندگی وزیراعظم کرتا ہے وہ ڈائریکٹ منتخب ہوتا ہے اور دس کروڑ انسانوں کے ووٹ کا حامل ہوتا ہے۔ صدر indirectly elect ہوتا ہے

ایک طریقہ کار ہے اس میں اور اس میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ ہمارا نظام پارلیمانی جمہوری نظام ہے جس کو ہماری قوم کافی دفعہ کہہ چکی ہے اور اس نے صدارتی نظام کو ختم کیا ہے اگر برابر کے تعلقات ہوں گے تو ایک بڑی چھوٹی سی ضرب المثل ہے کہ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں یہ دو تلواریں ٹکراتی رہیں گی جن کا نام آج کل دیا جارہا ہے کہ صدر اور وزیراعظم کے درمیان confrontation ہے ایسا نہیں ہے۔ اصولی طور پر عدم توازن نے یہ بات پیدا کر دی ہے۔ natural process سے اگلے unbalance ہو گیا ہے عدم توازن ہو گیا ہے جس سے یہ صورت حال گڑبڑ ہو گئی ہے اور یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ پارلیمانی جمہوری نظام میں

Chief executive is the Prime Minister not the President. The President is the head of the nation but does not rule the nation. It is the chief executive who rules the nation and chief of the federal government that's a difference, which we will have to differentiate and thereby we have to keep in view the system. The Presidential system if we want, then it should be clear presidential system. If we say and claim that it is a parliamentary democratic system we should go for that. There should be a clarity in it and no ambiguity and confusion; that for our own sake at one time we should say the President should be much stronger and when we get the government we should say to the people that he has excrutiated, he has crucified and that was a black law. When the government power is not coming in the hand and we claim that it is good. At that time during the election the Eighth Amendment Act was bad. It was told to the people and the votes were had from the people and when we came back and we the same people say that now it is a good Act, it has balanced the powers between the President and the Prime Minister. As we didn't get the power of the government. If we would have got it then we were repeal it as a bad law. As Junejo was dismissed and a motor car was not sent on the airport when he was coming back from abroad. These are my humble submissions. And I thank you very much Sir, you have given me lot of time. Alas! had there been another hour more I could have explained the real situation of our government.

Mr. Deputy Chairman: Dr. Sahib we will keep on exchanging views and talking to each other *inshaallah*, this House will continue. Thank you very much. Now, the question is that it has been moved by Khawaja Ahmed Tariq Raheem, Minister for Parliamentary Affairs on 2nd December, 1989, that this House expresses its deep gratitude to the President of Pakistan for his Address before the two Houses assembled together on 2nd December, 1989. Now, the question is that the motion is to be carried?

(The motion was adopted)

Mr. Deputy Chairman: Now, I'll take the sense of the House that when will you like to meet again? Whether on 17th, 18th! —on 18th— Okay. The House is adjourned for the time being and will meet again on Sunday 18th February, 4.30 p.m. *inshaallah* that will be a Private Member's day, thank you very much.

[The House adjourned to meet again at half past four of the clock in the evening on Sunday, the February 18th, 1990].